تعمیر حیات

شعبہ تعمیر و ترقی
دار العلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

★

خوش خلقی کا درجہ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ اور مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ ہونگے جو اچھے اخلاق والے ہیں اور مجھے سب سے زیادہ ناپسند اور سب سے زیادہ مجھ سے دور وہ ہونگے جو زیادہ باتونی، چرب زبان اور تصنع سے بات کرنے والے متکبر ہونگے۔

★

★

۲ رجب ۱۳۹۱ھ
مطابق ۲۵ اگست ۱۹۷۱ع

چندہ سالانہ آٹھ روپیہ (-/۸) قیمت فی پرچہ ۳۵ پیسے

Rged No L 1981

FORTNIGHTLY

Phone 22948

TAMEER-E-HAYAT

Darululoom Nadwatululama, Lucknow. (India)

معلم الانشاء

(از مولانا عبد الماجد صاحب ندوی و مولانا محمد رابع صاحب ندوی)

انشاء تمام زندہ زبانوں کا اہم مضمون ہے، موجودہ جمہوری دور اور صحافتی و مجلسی زندگی نے اسکی اہمیت کو دو چند کر دیا ہے۔ دعوت و تبلیغ کے تقاضوں، ملکوں اور قوموں کے ارتباط و تعلق نے اسکو صرف اجتماعی و ادبی بلکہ دینی اہمیت بھی بخش دی ہے، چنانچہ دار العلوم ندوۃ العلماء نے وقت کی اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ان کے ایک ایسے سلسلے کی ترتیب دی ہے جو عربی مدارس کے اساتذہ کی پوری رہنمائی کر سکے اور عربی مدارس میں تعلیم انشاء کا نصاب بن سکے۔

کاغذ کتابت و طباعت معیاری۔ حصہ اول (مولانا عبد الماجد ندوی) قیمت ۱/۷۵
حصہ دوم (" " ") " ۲/۹۲
حصہ سوم (مولانا محمد رابع ندوی) " ۲/۵۰

الأدب العربي

بين عرض ونقد

(از مولانا سید محمد رابع ندوی۔ ادیب اول دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

عربی ادب کی تاریخ اور تنقید کے موضوع پر ہندوستان میں یہ سب سے پہلی کوشش ہے جو الادب العربی بین عرض ونقد کے نام سے عربی زبان میں دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے پیش کی ہے۔

اس کتاب میں عربی ادب کی تاریخ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور یہ تین بڑے حصوں پر مشتمل ہے۔

ادب کی حقیقت ۞ تنقید و تجزیہ ۞ ادبی نمونے

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کے مقدمہ کے ساتھ خوبصورت عربی ٹائپ پر یہ کتاب چھپ کر آگئی ہے۔

(قیمت صرف چار روپیے)

دہلی اور اسکے اطراف

از مولانا حکیم سید عبد الحی [illegible]

[illegible]

تذکرہ
حضرت مولانا فضل رحمن

از مولانا ابو الحسن علی حسنی ندوی

[illegible]

قیمت [illegible]

جزیرۃ العرب

از مولانا محمد رابع ندوی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء

[illegible]

قیمت ۵ روپیہ

ملنے کا پتہ

مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

[illegible] نے [illegible] میں چھپوا کر دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

Cover Printed at Nadwa Press Lucknow.

قرآن کا پیام

(از:- مولانا عبدالماجد صاحب دریا بادی)

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ۝ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ
اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۭ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ
بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ
مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ
وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب جو ایمان لا چکا اسے تم کیوں اللہ کی راہ سے ہٹا رہے ہو اس (راہ) میں کجی نکال نکال کر درآں حالیکہ تم (خود) گواہ ہو اور اللہ تمھارے کرتوتوں سے بے خبر نہیں۔ اے ایمان والو اگر تم ان لوگوں میں سے کسی گروہ کا کہنا مان لوگے جنھیں کتاب دی جا چکی ہے تو وہ تمھارے ایمان لانے کے پیچھے تمھیں کافر بنا چھوڑیں گے اور تم کس طرح کفر کر سکتے ہو، درآں حالیکہ تمھیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور تمھارے درمیان اس کے رسول موجود ہیں اور جو کوئی اللہ کو مضبوط پکڑتا ہے وہ ضرور سیدھی راہ کی طرف ہدایت کیا جاتا ہے۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جو اس سے ڈرنے کا حق ہے اور جان نہ دینا بجز اس حال کے کہ تم مسلم ہو۔ اور اللہ کی رسی سب مل کر مضبوطی سے تھامے رہو اور باہم نا اتفاقی نہ کرو اور اللہ کا یہ انعام اپنے اوپر یاد رکھو جب تم باہم دشمن تھے تو اس نے تمھارے قلوب میں الفت ڈال دی۔ سو تم اس کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے سو اس نے تمھیں اس سے بچا لیا اسی طرح اللہ اپنے احکام کھول کھول کر سنا رہا ہے تاکہ تم راہ یاب رہو۔ اور ضرور ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت رہے جو نیکی کی طرف بلایا کرے اور بھلائی کا حکم دیا کرے اور بدی سے روکا کرے۔ اور پورے کامیاب یہی تو ہیں۔

(سو اس کی گرفت اور عذاب سے اپنے کو باہر نہ سمجھو)

تصدون عن سبیل اللہ۔ یہود تو خود اسلام کے منکر تھے ہی اب ان کی جرأتیں اتنی بڑھ گئی تھیں کہ طرح طرح کے مکر وفن سے دوسروں کو بھی دین حق سے ہٹانے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔

تبغونھا عوجا۔ یہود مسلمانوں کے آپس میں طرح طرح کی مخفی فتنہ انگیزی اور مفسدہ پردازی کرتے رہتے تھے کہ اگر اور کچھ نہیں بن پڑتا تو یہی ہو کہ آپس میں لڑ کٹ کے تباہ ہو جائیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک مجمع میں جہاں مدینہ کے دونوں مشہور جنگجو قبیلوں اوس اور خزرج کے مسلمان جمع تھے ایک یہودی شماس بن قیس نے ان کے عہد جاہلیت کی مشہور لڑائی جنگ بعاث کے پرجوش جنگی مرکے اشعار پڑھوا دیئے۔ دلوں میں گذشتہ عداوتوں کی یاد تازہ ہو گئی اور فریقین قریب تھا کہ بھڑک اٹھے اور

اگر عین موقع پر رسول اللہ صلعم خود تشریف نہ لے آتے تو خانہ جنگی شروع ہی ہو چکی ہوتی۔

تبغونھا۔ میں ضمیر مونث غالب سبیل کی طرف ہے۔

وانتم شھداء۔ یعنی تمھارا ضمیر خود گواہی دے رہا ہے کہ اسلام دین حق ہے۔

(عقیدۃً نہ سہی عملاً سہی۔ تو یہ عملی ارتداد بھی کیا کم ہے۔)

ان تطیعوا۔ یعنی اگر اپنے عقائد و اعمال میں ان لوگوں سے متاثر ہونے لگو گے۔

فریقا من الذین اوتوا الکتب۔ یہ نام کے تو اہل کتاب ہیں لیکن تلے ہوئے ہیں عداوت اسلام پر۔

اہل کتاب کافروں سے مخالطت و مجالست اور خلا ملا بڑھانے سے ممانعت کا صاف اشارہ آیت سے نکل رہا ہے۔ اور یہ حکم جب کتابی کافروں سے متعلق ہے تو مشرکوں اور ملحدوں کے تسلط اور ان کے عقیدوں سے متاثر ہونے کے احکام تو ظاہر ہی ہیں۔

مطلب یہ کہ تمھارے لئے دین حق سے ارتداد کی گنجائش ہی کب ہے جب کہ تم میں قرآن اور رسالت رسول موجود و محفوظ ہے۔

کیف تکفرون۔ میں کفر سے مراد اعمال کفر کی بازگشت ہے اور کیف اظہار تعجب کے لئے ہے۔

ایات اللہ۔ یعنی قرآن کی آیتیں اور قرآن تمھارے درمیان موجود و محفوظ ہیں۔

وفیکم رسولہ۔ یعنی سر دست تو وہ بہ نفس نفیس تشریف فرما ہیں، ہر شبہ مٹا سکتے ہیں اور راہ بتا سکتے ہیں باقی ان کے بعد ان کے سنن و آثار یہی کام دیں گے۔

یہ صراط مستقیم یا سیدھی راہ دنیا میں فلاح کامل کی ہے اور آخرت میں جنت کی۔

فقد ھدی۔ یعنی اللہ سے تمسک کرتے رہو، یہ راہ راست ضرور ہی مرتب ہو کر رہے گی۔

(تمھاری طاقت اور استطاعت کے لحاظ سے) ورنہ حق تعالیٰ سے اس کے مرتبہ کے لائق خشیت بھلا کون بشر اختیار کر سکتا ہے۔

یعنی جیو تو قانون تقویٰ الٰہی کے ماتحت اور مرو تو قانون اسلام کے مطیع۔ زندگی اور موت دونوں کی منزلوں سے مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان ہو کر ہی گزرنا ہے۔ ——— اعتبار انجام و خاتمہ ہی کا ہوتا ہے بس بندے کو زندگی ایسی ہی بسر کرنی چاہئے کہ موت بھی آئے، تو اسلام ہی پر۔ آیت کا مقصود دین اسلام پر استقامت و دوام کی تاکید ہے۔

اس تعلیم کے ایک عملی پہلو کا اعتراف ایک غیر مسلم کی زبان سے۔

"اسلام نے ان قبیلوں کو متحد کر دیا جو اس وقت تک برابر ایک دوسرے سے مصروف پیکار رہتے تھے" (آرنلڈ کی پریچنگ آف اسلام)

حبل اللہ۔ محاورہ عربی میں حبل سے مراد عہد بھی ہوتا ہے اور مطلقا ہر وہ شے جو ذریعہ یا وسیلہ کا کام دے سکے۔

یہاں مراد شریعت اسلامی یا قرآن ہے۔ متعدد قول نقل ہوئے ہیں اور وہ سب متقارب ہیں۔

جمیعاً۔ یعنی امت مجموعاً بھی اور افراد امت بھی۔

(اور سب کو رشتہ اسلام میں متحد و منسلک کر دیا)

نعمۃ اللہ۔ اس انعام کے تحت میں علاوہ فلاح دینوی بھی شامل ہے اتحاد امت بجائے خود ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

اذ کنتم اعداء۔ ظہور اسلام سے قبل یعنی زمانہ جاہلیت میں عرب قبائل کی باہمی دشمنی اور جنگجوئی ضرب المثل کی حد تک پہنچی ہوئی تھی لڑائی [illegible]

۲ رجب المرجب ۱۳۹۱ھ
مطابق
۲۵ راگست ۱۹۷۱ء

تعمیر حیات

لکھنؤ
پندرہ روزہ

شعبہ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد (۸) شمارہ ۲۰

چندہ
سالانہ ۸ روپے
ششماہی ۴ روپے
فی پرچہ ۳۵ پیسے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”ہے حقیقت جس کے دیں کی احتساب کائنات“

از:— مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

امت اسلامیہ آخری دینی پیغام کی حامل ہے اور یہ پیغام اس کے تمام اعمال و حرکات و سکنات پر حاوی ہے، اس کا منصب قیادت و رہنمائی اور دنیا کی نگرانی و احتساب کا منصب ہے،

قرآن مجید نے بہت قوت اور صراحت کے ساتھ اعلان کیا ہے :-

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ (آل عمران :- ۱۱۰)

(اے پیروان دعوت ایمانی) تم تمام امتوں میں بہتر امت ہو جو لوگوں (کی ارشاد و اصلاح) کے لئے ظہور میں آئی ہے تم نیکی کا حکم دینے والے برائی سے روکنے والے اور اللہ پر سچا ایمان رکھنے والے ہو

دوسری جگہ کہا گیا ہے :-

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَي النَّاسِ (البقرہ : ۱۴۳)

اور اسی طرح تو ہم نے تمھیں ایک "امت وسط" بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو۔

اس لئے اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ اس امت کی جگہ قافلہ کے پیچھے اور شاگردوں اور حاشیہ برداروں کی صف میں ہو اور وہ دوسری اقوام کے سہارے زندہ رہے اور قیادت و رہنمائی، امر و نہی اور ذہنی و فکری آزادی کے بجائے تقلید اور نقل، اطاعت و سپر اندازی پر راضی اور مطمئن ہو۔ اس کے صحیح موقف کی مثال اس شریف، قوی الارادہ اور آزاد ضمیر شخص سے دی جا سکتی ہے جو ضرورت و احتیاج کے وقت دوسروں سے اپنے ارادہ و اختیار سے وہ چیزیں قبول کرتا ہے جو اس کے حالات کے مطابق ہوں اور اس کی شخصیت اور حیثیت کے مطابق نہ ہوں یا اس کو کمزور کرتی ہوں، یہی وجہ ہے کہ اس قوم کو کسی دوسری قوم کے شعائر اور امتیازات اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

یہ قوم زندگی کا ایک خاص متعین مقصد رکھتی ہے، دنیا کے لئے اس کے پاس ایک مکمل دعوت ہے، اسکی تہذیب و ثقافت، اس کی جد و جہد اور عمل اور اس کی ہر قسم کی سرگرمی اور نشاط اس کے عقیدہ، مقاصد اور پیغام کی تابع ہے، اس کے نزدیک علم برائے علم، طاقت برائے طاقت اور اتحاد برائے اتحاد کی کوئی قیمت نہیں، انسان اور کائنات پر فتح حاصل کرنا اور طبعی و فلکی طاقتوں کی تسخیر (اگر وہ اپنی قوت یا اپنی مادی اور علمی فتوحات کے اظہار کے لئے ہو) اسکے نزدیک لہو و لعب یا حد سے بڑھی ہوئی انانیت کے سوا کچھ نہیں، قرآن مجید اس کے جذبات اور میلانات کو اس آیت سے قابو میں رکھتا ہے :-

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ (القصص)

یہ عالم آخرت ہم ان لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا، نیک نتیجہ متقی لوگوں کو ملتا ہے۔

ضرورت کی حد تک اور انسانیت کے مفاد اور نیک مقاصد کے لئے اسلام زندگی، کائنات اور علم کی راہ میں جد و جہد کو جائز قرار دیتا ہے بلکہ بعض اوقات اس کی ترغیب بھی دیتا ہے، اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے طاقتور، باخبر و ہوشمند اور صالح و مصلح مومن کی مثال دی ہے جو کائناتی و مادی طاقتوں کو مسخر بھی کرتا ہے اور اسباب و وسائل کا ذخیرہ بھی جمع کرتا ہے اور اپنی فتوحات اور مہمات کا دائرہ بھی برابر وسیع کرتا رہتا ہے، لیکن اپنی طاقت سلطنت اور قیادت کے شباب میں بھی اور ظاہری اسباب پر تصرف کے بعد بھی اپنے رب پر ایمان رکھتا ہے، اسکے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے، آخرت پر یقین رکھتا ہے اور اس کے لئے جد و جہد کرتا ہے، اپنے ضعف کا معترف ہے، انسانیت اور کمزور قوموں پر رحم دل اور حق کا حامی ہے اور اپنی ساری قوت، جد و جہد، صلاحیتیں اور اپنے سارے وسائل اور ذخائر اللہ کے نام کی بلندی اور انسانوں کو ظلمتوں سے نور کی طرف اور انسان کی بندگی سے اللہ کی بندگی کی طرف بلانے میں صرف کرتا ہے، وہ سیرت اور کردار جس کی نمائندگی سلیمان بن داؤد علیہما السلام، ذو القرنین اور خلفاء راشدین اور ائمہ اسلام نے اپنے اپنے زمانہ میں کی ہے۔

قسط نمبر ۸

شرق اوسط کی ڈائری

شیخ حسن البنا

تحریر: مولانا ابو الحسن علی ندوی ــــــــ ترجمہ شمس الحق ندوی

انگریزی اور فرانسیسی تعلیم کا فرق:

میں نے استاذ فرید وجدی سے پوچھا آپ کی تعلیم انگریزی ہے یا فرانسیسی؟ انھوں نے کہا تعلیم تو فرانسیسی ہے لیکن میں انگریزی زبان کو فرانسیسی زبان پر ترجیح دیتا ہوں، میں نے کہا شاید انگریزی زبان میں علمی گہرائی زیادہ ہے اور فرانسیسی میں ادب اور شعر و شاعری کا پہلو غالب ہے، انھوں نے کہا ہاں ایسا ہی ہے، میں نے کہا انگریز قوم حقیقت پسند سنجیدہ اور دھن کی پکی ہے، انھوں نے کہا انگریز روحانیت کی طرف متوجہ ہیں اور اسی کو پڑھ رہے ہیں آئندہ ان سے روشنی چھلکے گی، میں نے کہا معاف فرمائیے انگریز روحانیت کی طرف ایک صنعت و فن کی حیثیت سے توجہ کرتے ہیں وہ اپنی تحقیق اور مطالعہ میں حق کی سچی طلب نہیں رکھتے، اس بات پر استاذ فرید وجدی خاموش رہے گویا انھوں نے میرے اس خیال سے اتفاق ظاہر کیا۔

پھر ہم لوگوں نے ہندوستانی مسلمانوں اور مستقبل کے متعلق باتیں کیں، انھوں نے کہا کہ مجھے توقع ہے کہ ــــــ ہندو ــــــ مستقبل میں اسلام کی طرف متوجہ ہوں گے، میں نے کہا مجھے بھی یہی امید ہے۔

(مفتاح کنوز السنۃ) کے مترجم (جنھوں نے اس کو ہالینڈی زبان سے عربی میں منتقل کیا) استاذ محمد فواد عبدالباقی سے شیخ کے یہاں اتفاقاً ہم لوگوں سے ملاقات ہوگئی، انھوں نے مولانا سید سلیمان ندوی کے بارے میں پوچھا، اور سید صاحب کی تعریف کی، انھوں نے بیان کیا کہ سید صاحب نے میرے خط اور ہدیہ کا بہت اچھا جواب دیا، الحمد و الشکر فرمایا، اور میری محنت کو سراہا، میں نے استاذ محمد فواد عبدالباقی کو اپنی کتاب ہدیہ کی انھوں نے خوشی سے قبول فرمایا اور ہم سے دفتر ہی میں ملے اور اپنی بعض تصنیفات کے ہدیہ کرنے کا وعدہ کیا۔

جامع ازہر کے دار الاقامہ کے بارے میں میرا تأثر

مصری کتب خانوں کے سابق ناظر اور (السمیر المہذب) کے مصنف استاذ علی فکری سے اسی طرح اتفاق سے ملاقات ہوگئی، ہم نے ان سے تعارف حاصل کیا، دفتر سے نکلنے کے بعد (کلیتہ الشرعیتہ) کے طلبہ و مدرسین کی معیت میں ہم نے (کلیتہ الشرعیتہ) اور اس کا کتب خانہ دیکھا اور ازہر کے دار الاقاموں میں گئے، دار الاقامہ کی بدنظمی اور گندگی دیکھ کر ہمیں تکلیف ہوئی، میرا خیال ہے کہ یہ دار الاقامے اپنے مکینوں کے اندر کمزوری دبے پن اور بے مائیگی کا احساس پیدا کرتے ہیں۔ یونیورسٹیوں اور کالجوں کی زندگی وہاں کے نظام اور طلبہ ان کے اندر زیادہ عزت پیدا کرتے ہیں، اسی ذہنیت کو احساس کمتری کہتے ہیں، وہاں دین اور علم پر فخر کرنے کا کوئی جذبہ نہیں جو اس احساس کا مقابلہ کرے، زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ جامع ازہر ایسے دار الاقامے بنائے جو نظم اور صفائی میں علوم جدیدہ کے کالجوں اور یونیورسٹیوں اور ہاسٹلوں سے کم نہ ہوں۔ عصر کے وقت ہم لوگ استاذ شاد عبد المطلب کے ساتھ، حکومت عثمانیہ کے سابق شیخ الاسلام شیخ مصطفیٰ صبری افندی سے ملنے گئے، لیکن وہ بیمار تھے ہم ان سے ملاقات نہ کر سکے۔ ہم نے اپنی کتاب (ماذا خسر العالم) اور کچھ رسالے ہدیۃً ان کو بھیج دیئے۔

شیخ محمد زاہد کوثری سے ملاقات:

یہاں سے ہم لوگ شیخ صبری کے دوست اور ساتھی، اور مشہور مصنف علامہ محمد زاہد کوثری سے ملنے گئے وہ ہم سے بڑی تواضع و خوش خلقی کے ساتھ ملے، انھوں نے اپنی خاکساری اور انبساط سے ہمیں علماء ہند کی یاد دلائی، ہم لوگ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے گفتگو کا اکثر حصہ مولانا شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی کی کتاب سیرت النبی کے ترکی ترجمہ، مولانا یوسف بنوری اور ہندوستان کے مخطوطات سے متعلق رہی انھوں نے اپنی تصنیفات اور پمفلٹوں کا ایک اچھا مجموعہ ہم کو ہدیہ کیا، افسوس کہ مجھے دینی بحث و مباحثہ اور مناظرہ بازی کا ذوق نہیں رہا، نہ اس سے مجھکو دلچسپی ہے، ائمہ کے متعلق ان کی شان کو گھٹانے اور ان کے دفاع میں جو لکھا اور کہا گیا ہے مجھے اس سے زیادہ واقفیت نہیں ورنہ بڑی اچھی اور دلچسپ نشست رہتی، پھر ہم نے ان سے اجازت چاہی، ان کی خاکساری، سادگی وسعت معلومات، انتہا درجہ کبر سنی میں مطالعہ اور تصنیف میں ان کی مشغولیت بڑی بھلی معلوم ہوئی۔ جب کہ یہ بڑھاپے کا زمانہ علمی مشقتوں کے برداشت کرنے کی صلاحیت

نہیں رکھتا۔

اتوار ۲۷/۴/۷۰ مطابق ۱۴/۲/۵۱ء

عدالت فوجداری کی زیر اخوان کے مقدمہ میں حاضری

عبداللہ عقیل عراقی آئے، ان کے ساتھ ہم پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق عدالت فوجداری گئے۔ آج اخوان المسلمین کے مقدمہ میں ماخوذ اشخاص کی صفائی میں سعید رمضان کی بحث تھی، میں نے سوچا مصری عدالت کا منظر دیکھوں، کہ وہ بھی زندگی اور ملکوں کے انتظامی امور کا ایک شعبہ ہے، ہم لوگ عدالت پہونچے چپراسیوں نے ہماری تلاشی لے کر داخلہ کی اجازت دیدی، عدالت کے کمرہ میں طلبہ، نوجوان، عورتوں، اور دلچسپیوں کی ایک بڑی تعداد نظر آئی۔ عدالت کے منتظمین اور چپراسیوں کی زبان سے خیر مقدم کے ایسے الفاظ سنائی دیئے جن کا ہمیں اپنے ملک کی عدالتوں میں سننا ناممکن ہے، جہاں کی فضا کا خوفناک اور ڈراؤنی ہونا ضروری ہے اس کے برعکس یہاں مصری عدالت میں ہم نے بعض چپراسیوں کو کہتے سنا (برکت آئی) یہ لوگ ہمارے مہمان ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ عربوں کی فطرت و مزاج میں ایسی بشاشت و خوشدلی ہے کہ جوان کے ضمیر سے کسی آن جدا نہیں ہوتی۔ ہم نے نگاہ اٹھائی تو جج اور جیوری کی نشست گاہ میں ان کے سر کے اوپر دیوار میں ایک تختی لگی ہوئی نظر آئی، جس میں قرآن کریم کی یہ آیت لکھی ہوئی تھی (اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔) دل ہی دل میں میں نے کہا کاش کہ اسلامی ملکوں میں فیصلوں کی بنیاد اسی پر ہوتی، وہاں کی عدالتوں کا یہی شعار اور دستور العمل ہوتا اور کاش کہ یہ کتبہ حکام اور قاضیوں کی نگاہوں کے سامنے ہوتا، نہ کہ ان کے سر کے پیچھے، جیسا کہ درحقیقت اس وقت ہو عدالت کا لباس پہنے ہوئے جیوری کے لوگ آئے اور کرسیٔ عدالت پر بیٹھ گئے، پھر قیدی آئے اور مجرموں کے کٹہرے میں داخل ہوگئے۔

استاذ سعید رمضان کی صفائی اور اسکا اثر

سرکاری وکیل ایک طرف بیٹھا اور استاذ سعید رمضان وکیل صفائی کی حیثیت سے بحث کے لئے کھڑے ہوئے مقدمے کو بڑی موثر تقریر اور بے مثال دلیری کے ساتھ پیش کیا، حضرت آدم علیہ السلام کے خلیفہ بننے، اور پھر ان کے جنت سے نکلنے، حق و باطل کی قدیم جنگ آزمائی، نبوی تعلیمات سے شیاطین کی ازلی کشمکش پر روشنی ڈالی، پھر خلافت اسلامیہ کے شباب لیجر زاں اس کے ضعف اضمحلال کا نقشہ کھینچا تاتاریوں کے حملے، صلیبیوں کی غارت گری کا قصۂ دلسوز سنایا، پھر انیسویں صدی میں یورپین صلیبیوں کا ذکر کیا اور انگریزی ظلم کے اسباب

بتائے، اور آخر میں یہودی صلیبیوں، ان کے منصوبوں اور اسلام کے لئے اس سے پیدا ہونے والے خطرات پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے بتایا کہ ان خطرناک حالات میں تحریک اخوان المسلمین وجود میں آئی اور خطرہ سے نبرد آزما ہوئی، اخوان کی پوزیشن مجاہدین فی سبیل اللہ کی ہے باغیوں اور مجرموں کی نہیں، استاذ سعید رمضان اپنی ان تمام باتوں کو قرآنی آیات اور احادیث نبوی کی روشنی مضبوط و مدلل کرتے جاتے تھے، جس وقت وہ آیات و احادیث سے استشہاد و پیش کرتے عدالت کا ماحول دینی فضا سے بدل جاتا حاضرین کے دلوں پر رقت و خشیت طاری ہو جاتی لوگ یہ بھول جاتے کہ وہ عدالت میں ہیں انھیں تصور ہونے لگتا کہ وہ جیسے کسی دینی وعظ یا یاسی جلسہ میں ہیں، یہ بات وکیل کی قوت گویائی، اس کے ایمان و یقین، فضا کے بدلنے، اور تحریک اخوان المسلمین سے اس کے متاثر ہونے پر دلالت کرتی ہے، پھر جب وکیل نے جیوری کے جذبۂ انصاف و رحمت کو اپیل کیا اور چاہا کہ ان کے جذبۂ ایمان اور دینی شعور کو بیدار کرے، جب کہ وہ فطرتاً مسلمان تھے، تو لوگ بہت متاثر ہوئے، اور دلوں میں گرمی پیدا ہوگئی آخر میں جب انھوں نے اپنی تقریر کا رخ قیدیوں کی طرف موڑا اور انھیں صبر و استقامت کی تلقین کی اور اس مضمون کی احادیث اور آیات پڑھ کر ان کو سنائیں تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، اور عدالت کے گوشوں سے آہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں، خصوصاً جدھر عورتیں تھیں، ہم لوگوں نے عدالت میں جو کچھ دیکھا اور سنا اس سے بہت متاثر اور حیرت زدہ ہو کر نکلے۔

اخوان المسلمین کے صدر شیخ حسن البنا کے والد احمد ابن عبدالرحمن کے ساتھ:

حسن اتفاق سے ہم لوگ عدالت دیکھنے کے بعد شیخ حسن البنا کے والد، احمد ابن عبدالرحمن بنا ساعاتی کے پاس گئے، ہندوستان میں ہم ان کو (الفتح الربانی) کے مصنف اور حدیث شریف کے ایک خادم کی حیثیت سے جانتے تھے، یہاں ہمیں معلوم ہوا کہ وہ شیخ حسن البنا کے والد ہیں، اگر بہت سے لوگ اپنے باپ کے نام سے مشہور ہوئے، تو کچھ ایسے بھی ہیں جن کو اپنے ہونہار بیٹوں کے نام سے شہرت حاصل ہوئی، ان کے گھر پہونچے دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ باہر تشریف لائے درازی عمر اور حوادث روزگار نے انھیں بوڑھا، اور کثرت مطالعہ اور تصنیف و تالیف نے بہت کمزور کر دیا تھا۔ وہ ہمیں ایک ایسے کمرہ میں لے گئے جو کتابوں سے ٹھساٹھس بھرا ہوا تھا انھوں نے ہمیں بتایا کہ مسند امام احمد بن حنبل کی طرح مسند امام شافعی کی تہذیب بھی کی ہے اور مسند ابی داؤد پر بھی کام کیا ہے بتایا کہ ان کو ہندوستان کا چھپا ہوا ایک نسخہ مل گیا، ہندوستان کے علماء نے جو کلام کیا ہے اس نے ہمیں آگاہ کیا اور ان کی علمی خدمات اور اخلاص عمل کو بہت سراہا، پھر ازراہِ نوازش عربی چائے لائے۔

شیخ حسن البنا کے والد اپنے بڑے بیٹے کا قصہ سناتے ہیں

میں نے ان سے عرض کیا کہ اسلام کے مرحوم مجاہد آپ کے بیٹے شیخ حسن البنا کے بارے میں ہم آپ سے کچھ سننا چاہتے ہیں، ان کے بچپن اور جوانی کے حالات کیسے تھے، (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حقیقت حال تحقیق کوئی باخبر ہی بتا سکتا ہے) فرمایا بہت اچھا، اور پھر بڑی تفصیل کے ساتھ ان کے حالات زندگی بیان کئے، بتایا کہ بہت عرصہ تک میرے کوئی بچہ نہیں پیدا ہوا، یہاں تک کہ مجھے اولاد کا شوق ہوا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے ایک نیک لڑکا عنایت فرمائے۔ میں نے ایک چھوٹے سے بچے کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو مجھے بہت بھلا معلوم ہوا، میں نے کہا میرا بچہ اس بچہ کی طرح نماز پڑھے، اور اللہ تعالیٰ اس کو ہونہار بنائے اس کے بعد میرے ایک لڑکا پیدا ہوا میں نے اس کا نام حسن رکھا اس لئے کہ جب میری شادی ہوئی تو والدہ نے میری بیوی کو (ام الحسن) کہہ کر مخاطب کیا، جب یہ بچہ عمر کے چوتھے سال میں داخل ہوگیا تو میں نے اس کو ایک مکتب میں داخل کر دیا، وہ برابر ایک مکتب سے دوسرے مکتب منتقل ہوتا رہا، یہاں تک کہ قرآن پاک کے ۲۷ پارے حفظ کرائے میں نے ارادہ کیا کہ اس کو (دمنہور) کے مدرسۃ المعلمین الاولیہ میں داخل کر دوں، مگر پتہ چلا کہ مدرسہ اپنے یہاں ایسے لڑکوں کو داخل کرتا ہے جن کا حفظ مکمل ہو چکا ہو، میں نے ایک دن اس کو بلایا، وہ بڑا فرمانبردار اور نیک تھا میں نے اس سے کہا کہ بیٹے ہم تم کو مدرسۃ المعلمین میں داخل کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں، لیکن تم ابھی تک حفظ نہیں مکمل کر سکے۔ بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا! اباجان آپ جو مناسب سمجھیں وہ کریں، میں آپ کے حکم کا تابع ہوں، میں نے کہا، تختی لاؤ وہ تختی لیکر آیا، میں اس پر قرآن لکھا کرتا تھا اور وہ یاد کرتا تھا تھوڑے دن میں اس نے قرآن پاک حفظ کر لیا، اور مدرسہ میں داخل ہوگیا ــــ

سن بلوغ کو پہونچنے سے پہلے ہی سے عبادت کا اسے بڑا شوق تھا، رجب، شعبان، رمضان تین مہینے روزہ رکھتا تھا میں نے اس سے کہا کہ بیٹے ابھی تم بالغ نہیں ہو روزہ تم پر فرض نہیں پھر تم کیوں پریشان ہوتے ہو؟ اس نے کہا والد صاحب مجھے روزہ کا شوق ہے اس سے مجھے تکلیف نہیں ہوتی۔ میں نے اس کو اسی کے حال پر چھوڑ دیا۔ میرے مسجد کے درس میں حاضر ہوتا تھا، عبادت میں نہایت مستعد اور بہت سے بوڑھوں اور بزرگوں سے بھی آگے، اس کو دعوت و اصلاح کا بڑا شوق تھا اس کا ایک عجیب واقعہ ہے: ایک دن وہ محمودیہ میں دریا کے کنارے تفریح کر رہا تھا، ایک کشتی پر اس کی نظر پڑی جس میں برہنہ عورت کا مجسمہ تھا، اسی وقت وہ پولیس انسپکٹر کے پاس گیا اور کہا اس مورتی کا لگا نا مناسب نہیں، جب کہ دریا پر بچے لڑکے اور لڑکیاں تفریح کرنے آتے ہیں اور اس پر ان کی نظر پڑتی ہے، اس کا توڑنا اور کشتی سے نکالنا ضروری ہے، انسپکٹر سمجھا اور جان چھڑانے کے لئے اس کے ساتھ ایک پولیس والے کو بھیجا اور یہ جاتے ہوئے کہ کشتی کا مالک مورتی کے توڑنے پر تیار نہ ہوگا پولیس والے کو ہدایت کردی کہ کشتی والا اس کے توڑنے پر راضی ہو جائے تو تم اس کو توڑ دو وہ گیا اور مورتی والے کو سمجھا کر یہ باور کرا دیا کہ یہ حرام ہے، اس کا لگانا ٹھیک نہیں اس نے مورتی کو توڑ دیا۔

یہاں ایک بزرگ جو عالم باعمل تھے، میں نے اس کو ہدایت کی کہ وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرے وہ ان کے پاس بیٹھتا تھا، پھر ان سے اس کو بڑا تعلق ہوگیا اور فائدہ اٹھایا، اس کا مدرسہ کا آخری سال تھا اور اسی سال دار العلوم قاہرہ نے عربی علوم کے ساتھ ساتھ جس میں وہ ممتاز و نمایاں تھا، جدید مضامین بھی اپنے نصاب میں داخل کرلئے تو میں نے دار العلوم کے اچھے معیار تعلیم اور اس کی عظمت کی وجہ سے اس کو وہاں داخل کرنے کا ارادہ کر لیا اس سلسلے میں میں نے اس سے بات کی۔ یہ طے پایا کہ یہ سال تو مدرسہ دمنہور میں گذارے اور دار العلوم میں داخلے کی تیاری کرے اس نے کہا والد صاحب آپ تو مجھے علوم نقلیہ، حدیث فقہ وغیرہ میں تیار کریں یہ میری ذمہ داری ہے کہ علوم ریاضی میں خود سے تیاری کروں، اچانک یہی ہوا، وہ قاہرہ گیا امتحان کی شب الجبرے وہ بہت ڈرا ہوا تھا کہ امتحان میں فیل ہو جائے گا، اس کو نیند آگئی، اس نے خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا جو اس سے کہہ رہے ہیں کہ حسن گھبراؤ نہیں، جو باتیں تم سے پوچھی جائیں گی میں تم کو بتا دوں گا، اس کو بیچ ۱۲ اور ایک دریا کی طرف لے گئے اور اسے لے کر دریا کے پار اتر گئے، کتاب کا ایک صفحہ متعین کر دیا اور فرمایا کہ تم اس کو خوب سمجھ لو اور اچھی طرح یاد کر لو۔

احمد عبدالرحمن صاحب نے فرمایا میرا لڑکا حسن قسم کھا کر کہتا تھا کہ جب وہ سو کر اٹھا تو اس کو یہ سبق یاد ہو چکا تھا اور جب امتحان دینے گیا تو اسی سبق کا سوال آیا اور آسانی سے پاس ہوگیا اور برابر امتحان میں فرسٹ آتا رہا اور پہلے نمایاں

(باقی صفحہ پر)

حکومت اور تجارتی قرض

الحاج مولانا سید شمس الحق صاحب شیخ الحدیث جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر

ربو لغت میں زیادتی کے معنی میں ہے اور شرع میں ربوا اس زیادتی کو کہتے ہیں جو عوض سے خالی ہو۔

الربوا فی اللغۃ الزیادۃ و فی الشرع عبارۃ عن فضل مال لا بقابلہ عوض فی معاوضۃ مال بمال۔ (عینی)

قال فی البحر ہو عبارۃ عن عقد فاسد بصفۃ سواء کان ہناک زیادۃ ام لا الا تری ان بیع الدراہم بالدراہم نسیئۃ ربوا و لیس فیہ الزیادۃ

اسلام نے اس تبادلہ کو جو خالی عن العوض ہو منع کیا ہی ہے اس کے علاوہ بھی دوسرے اقسام کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ مثلاً دراہم کی بیع دراہم کے ساتھ نسیئۃ بلکہ حضور نے فرمایا۔

کل قرض جر منفعۃ فہو وجہ من وجوہ الربو (بیہقی ص ۳۵ کتاب البیوع)

جو قرض بھی نفع کھینچتا ہے وہ سود ہی کے اقسام میں سے ہے۔ اسلام نے زمانہ جاہلیت کے مروجہ طریقہ سود کے علاوہ ان تمام شکلوں کا سد باب کیا جن کا آخری نتیجہ سود کی طرح بغیر محنت کی کمائی نکلتا تھا اور ان سب کو سود ہی قرار دیا۔

حرمت ربوا از کتاب و سنت

ربوا کی حرمت نص قطعی ثابت ہے

قال اللہ تعالیٰ احل اللہ البیع وحرم الربٰو

وقال اللہ تعالیٰ لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفۃ

اسلامی عقیدے کے مطابق آخری حد یہ ہے کہ سود کو کفر میں شامل کیا گیا ہے۔

یمحق اللہ الربو ویربی الصدقات واللہ لا یحب کل کفار اثیم

آیات مذکورہ کے علاوہ اور بھی متعدد آیات ہیں جن سے ربوا کی حرمت و شناعت ظاہر ہوتی ہے۔ ربوا کی حرمت و شناعت کے بارے میں بکثرت احادیث ہیں۔

عن جابرؓ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربو و موکلہ و کاتبہ و شاہدیہ وقال ہم سواء (مسلم)

وعن ابن مسعودؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الربو اسبعون جزءاً ایسرہا ان ینکح الرجل امہ (ابن ماجہ)

سود دولت اور سرمایہ کو بعض افراد اور گروہ میں مخصوص کر دینے کا سبب بن جاتا ہے اور ایک کو تباہ و برباد کر کے دوسرے کے لئے بظاہر فائدہ کی صورت نکالتا ہے۔ یہ فائدہ در اصل فائدہ نہیں بلکہ بربادی ہے۔ اسلام نے سودی کاروبار کے تمام اقسام کو حرام قرار دیا اور بے محنت کی اس کمائی کو ظلم قرار دیا ہے۔

زمانہ جاہلیت اور سود

زمانہ جاہلیت میں بھی آج کی طرح مشرکین عرب اور بالخصوص یہودیوں میں سود کے لین دین کے مختلف طریقے رائج تھے۔

۱:۔ ایک طریقہ یہ تھا کہ صاحب ضرورت کو نقد قرض دیتے تھے اور اس کی ادائیگی کی مدت مقرر کر دیتے اور اس ادھار پر شرح سود مقرر کر دیتے تھے۔ (در منثور ص ۳۶۶ جلد ۱)

۲:۔ مدت معین پر مقروض نے قرض ادا نہیں کیا تو سود اور اصل قرض کو ملا کر اپنی اصلی رقم قرار دیتے اور اس مجموعہ پر سود لگا دیتے جس کو سود در سود کہتے۔ (در منثور ص ۳۲۶)

۳:۔ زیور ہتھیار وغیرہ رہن رکھتے اور اس کی کم سے کم قیمت لگاتے اور معین مدت کا سود لگا کر ان کو ہضم کر لیتے۔ (سیرت النبی ص ۲۳۳ جلد ۴) (موطا مالک ص ۳۰۳)

۴:۔ زمانہ جاہلیت میں سود شخصی تھا اور تجارتی بھی یعنی ایک صورت تو یہ ہے کہ کوئی شخص مجبوری کی حالت میں قرض لے کر اپنی ضرورت پوری کرے اور معین سود ادا کرے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ جماعتی حیثیت سے کوئی کاروبار ہو اور تجارت کو فروغ دینے کیلئے سودی قرض لیا جائے۔ جیسے اس زمانہ میں ایک کمپنی دوسری کمپنی کو سود دیتی ہے۔

اسلام نے سود کے تمام اقسام یعنی شخصی اور جماعتی کو حرام قرار دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت عباسؓ کا جو سود وضع کیا تھا وہ اسی قسم کا تھا یعنی وہ سود شخص واحد پر نہ تھا بلکہ قبیلہ بنی ثقیف نے اپنے کاروباری معاملہ میں حضرت عباسؓ سے سودی قرض لیا تھا۔ حضور نے اس سود کے وضع کرنے کا اعلان فرمایا۔ (در منثور ص ۳۶۲ جلد ۱)

وربا الجاہلیۃ موضوع و اول ربوا اضع من ربانا ربا عباس بن عبد المطلب فانہ موضوع کلہ (مسلم)

تجارت اور سود

مشرکین عرب تجارت اور سود میں فرق نہیں کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ خرید و فروخت اور تجارتی کاروبار اسی طرح کی چیز ہے جیسا کہ سود کا لین دین۔

قالوا انما البیع مثل الربوا (بقرہ)

گویا ان کی نگاہ میں سود کا معاملہ ایسا صحیح کاروبار تھا کہ بیع و شرا کو اس پر قیاس کرتے تھے مگر قرآن نے صاف لفظوں میں اعلان فرما دیا۔

واحل اللہ البیع وحرم الربوا (بقرہ)

بیع میں جو نفع ہوتا ہے وہ مال کے مقابلہ میں ہوتا ہے جیسے کسی نے ایک درہم کی قیمت کا کپڑا دو درہم میں فروخت کیا۔ اور سود وہ ہوتا ہے جس میں نفع بلا عوض ہو جیسے ایک درہم سے دو درہم خریدے۔ کپڑا اور درہم دو الگ الگ چیزیں ہیں ان میں فی نفسہ موازنہ و مساوات غیر ممکن ہے۔

پس یہ تبادلہ بضرورت ہوتا ہے اور ہر شخص کی ضرورتیں مختلف ہوتی ہیں کسی کو دس درہم کی اتنی ضرورت نہیں ہوتی جتنا کہ ایک کپڑے کی غرض ان دو مختلف چیزوں میں موازنہ کی صورت سوا حاجت اور ضرورت کے کچھ نہیں لہٰذا اگر ایک درہم کا کپڑا دس درہم میں بیچا تو ضرورت ان دونوں میں مساوات پیدا کرتی ہو اور اسکو سود نہیں کہہ سکتے اور درہم کو درہم کیا تھ تو مساوات ہو تو تبادلہ میں ایک درہم دوسرے درہم کے مقابلہ میں ہوگا اور دوسرا درہم بلا مقابلہ خالی عن العوض ہو کر سود ہوگا جو حرام ہے۔

(ماخوذ از فوائد حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی)

پھر تاجر اپنی محنت اور وقت کا معاوضہ لیتا ہے اور سود خوار بلا محنت ایک مجبور اور حاجتمند کی کمائی کا حصہ چھینتا ہے۔ اور یہ ظالمانہ طریق کار ہے۔

بینک اور کوآپریٹو سوسائٹیاں

موجودہ دور میں بینک کا معاملہ بھی ترقی یافتہ سود کی شکل ہے۔ بینکوں کا وجود اس لئے ہے کہ بڑے بڑے سرمایہ داروں کے سرمایہ میں بے پناہ اضافہ ہو اور چھوٹے بڑے تمام کاروبار کا معاملہ چند سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں آجائے۔

کوآپریٹو سوسائٹی اگرچہ غریب کاشتکاروں اور مزدوروں کو سستے قرض دیتی ہے لیکن چونکہ یہاں بھی سود کی نجاست موجود ہے اس لئے نتیجہ کے اعتبار سے قرض خواہوں کے لئے باعث وبال بن جاتی ہے اور اس کا مقصد بھی سرمایہ داروں کا مہاجنی کاروبار ہے۔

موجودہ دور میں حکومت کا تجارتی قرض

اس وقت حکومت ہندوستان کے باشندوں کو اقتصادی بدحالی سے بچانے اور تجارتی و زراعتی لائنوں میں ترقی کے لئے قرض دیتی ہے۔ اور ایسے

لوگوں کو جو بے گھر ہیں گھر بنانے کے لئے قرض دیتی ہے اگر حکومت سے قرض نہ لیں تو گھر بنانے کا کوئی ذریعہ نہیں۔

حکومت کا مقصد منافع اندوزی اور مہاجنی کاروبار نہیں ہے بلکہ عوام کی اقتصادی فلاح اور ترقی مقصود ہے حکومت بہت ہی ہلکا شرح سود مقرر کرتی ہے تاکہ اس شعبے کے اخراجات پورے ہو سکیں۔ حکومت نفع اس طرح وصول کرتی ہے کہ قرض خواہ بھی ادا سود کے بعد قرض دہندہ کے مساوی بلکہ زیادہ فائدہ اٹھا لیتا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس قرض لینے کی اجازت ہے یا نہیں اور کیا یہ بھی ربوا محرم میں داخل ہے؟ بلا سودی قرض ملنا تقریباً محال ہے اگر مسلمان یہ قرض نہ لیں تو تباہ حال ہو کر اچھوتوں سے بدتر ہو جائیں اور غیر مسلم اقوام ان کی جائداد و اموال پر قابض ہو جائیں نیز اگر سرمایہ کی مجبوری کی وجہ سے زمین کی کاشت نہ کر سکیں تو چند سال کے بعد حکومت ایسے زمین داروں کی زمین پر قبضہ کر لیتی ہے۔ موجودہ حکومت غیر اسلامی ہے جہاں کوئی اسلامی نظام چل نہیں سکتا تو ایسی مجبوریوں کی صورت میں حکومت سے قرض لے کر مکان بنانا اور کھیتی اور تجارت کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

سود کی حرمت قطعی ہے یہ امر مجتہد فیہ نہیں اس لئے اس معاملے میں بہت احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ موجودہ وقت میں ناجائز معاملات کی بہت سی ترقی یافتہ شکلیں پائی جاتی ہیں مگر غور کرنے سے وہ سب قمار اور ربوا کے اندر داخل ہیں۔

حکومت کے تجارتی قرض کا سود کی تعریف میں داخل ہونا بالکل ظاہر ہے یعنی مقروض جو زیادہ دیتا ہے وہ زیادتی معاوضہ سے خالی ہے۔ مہاجنی کاروبار میں بھی تو ایسا ہی ہے کہ ایک ضرورت مند اور مضطر اپنی ضرورت پوری کرتا ہے اور پھر اس کو اصل قرض سے زائد دینا پڑتا ہے۔ رہی یہ بات کہ حکومت کا مقصد نفع اندوزی اور کاروبار نہیں ہے بلکہ محض عوام کی اقتصادی فلاح مقصود ہے محل نظر ہے۔ شرح سود ہلکا ہی سہی مگر یہ کیوں کر کہا جا سکتا ہے کہ حکومت کا اس میں فائدہ نہیں ہے۔ پھر حکومت کے اس معاملہ سے جو جتنا زیادہ سرمایہ دار اور زمیندار ہے وہی زیادہ مستفید ہوگا اس لئے یہ طریقہ کار آہستہ آہستہ اعتدال سے گزر کر مہاجنی کاروبار داری کے لئے راہ کھولتا ہے۔ کیونکہ اس سے پیدا شدہ خوشحالی زیادہ تر سرمایہ داروں ہی کے لئے ہے عوام کے لئے برائے نام ہے پھر قرض خواہ کا ادا سود کے باوجود خود فائدہ اٹھا لینا امر موہوم ہے اس کے خلاف بھی ہو سکتا ہے حکومت تو معززہ شرح لیکر رہے گی چاہے نفع ہو یا خسارہ۔ اگر خسارہ ہوا تو نوبت قرقی، ضبطی، نیلام اور بے آبروئی تک پہونچ سکتی ہے اور بارہا اس کا تجربہ بھی ہو چکا۔

مسلمانوں کی موجودہ معاشی بدحالی پھر بھی اس درجہ کی نہیں ہے جو عہد رسالت کے مسلمانوں کی تھی جو صفہ میں اوقات بسر کرتے تھے اور چند کھجوروں پر قناعت کرتے تھے۔ مرنے پر بعد از کفن بھی میسر نہیں ہوتا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی صورت میں کبھی صحابہؓ کو سودی قرض لینے کی اجازت نہیں دی۔ اس وقت اگر مسلمانوں کو سودی قرض کی حلت کا فتوی دیا جائے تو سود کی شناعت قطعاً دلوں سے نکل جائے گی اور جو کام ابھی گناہ سمجھ کر جھجک کے ساتھ کرتے ہیں علی الاعلان بےجھجک کر کریں گے۔

رہی یہ بات کہ ہندوستان میں اقتدار اعلیٰ کفار کا ہے نظام کفر غالب ہے نظام شرعی کا نفاذ بالفعل ناممکن ہے یہ خطرہ بھی درست ہے کہ مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی سے کفار ناجائز فائدہ اٹھا کر ان کے اموال و جائداد پر قابض ہو جائیں گے اور مسلمانوں کی زندگی اچھوتوں سے بدتر ہو جائے گی۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جو بے خانماں ہیں آسمان کے سایوں میں دن گزارتے ہیں کتنے ہیں جو عیالدار ہیں نان شبینہ کو محتاج ہیں، بلا سودی قرض ملنا ناممکن ہے اگر سودی قرض نہ لیں تو کھائے بغیر مر جائیں چنانچہ اس آزاد ہندوستان میں لاکھوں آدمی بھوکوں مر گئے۔ تو شریعت مطہرہ نے اس کے لئے کوئی راہ ضرور نکالا ہے۔ بحالت اضطرار شریعت نے مردار جیسی چیزوں کو حلال قرار دیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اہل بہ لغیر اللہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ الخ اس آیت سے معلوم ہوا کہ بحالت اضطرار مردار بھی جائز ہے مگر اسی قدر کہ جان بچ سکے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اتنا مجبور ہو کہ بلا سودی قرض کے اپنی اور کنبہ کی جان نہیں بچا سکتا تو یہ حالت اضطرار کی ایسی صورت میں سودی قرض لینا جائز ہوگا نیز فقہاء کا مسلم اصول ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات یعنی ضرورت شدیدہ کے وقت اشیاء ممنوعہ جائز ہو جاتی ہے مگر ضرورت کا درجہ اضطرار سے کم ہے مثلاً ایک شخص بے گھر ہے تن پر کپڑا نہیں ہے اگرچہ یہ صورتیں ایسی ہیں کہ بالفعل جان تو خطرہ میں نہیں ہے مگر ذریعہ ہلاکت بن سکتا ہے تو ایسی ضرورت شدیدہ کے وقت بھی سودی قرض لینا جائز ہوگا۔ ایک شخص ایسا ہے کہ پولیس کی حراست میں ہے اس کی جان و آبرو خطرہ میں ہے یا امراء جورکی وجہ سے اس کی جائداد و املاک معرض تلف میں ہے اور جائداد و املاک کو بچانے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں ہے کہ کچھ دے دلا کر اپنی جائداد کو بچائے یا بلا رشوت دیئے ہوئے حق رسی ناممکن ہو تو ان صورتوں میں دفع مضرت کے لئے سودی قرض لے سکتا ہے

الحاصل ربوا ہر صورت حرام ہے خواہ وہ ادھار قرض کی صورت میں ہو یا شخصی سود ہو یا تجارتی بینک سسٹم ہو یا امدادی سسٹم یا حکومت کے تجارتی قرض۔ مگر بحالت موجودہ جبکہ قانون کفر غالب ہے نظام شرعی کے نفاذ کی کوئی صورت نہیں اور اصلاح کی امید ہے تو بحالت اضطرار و ضرورت شدیدہ حکومت سے تجارتی قرض لینے کی گنجائش نکل سکتی ہے یعنی اہون البلیتین کو اختیار کرنے کی اجازت ہوگی۔ ضرورت شدیدہ سے مراد یہ ہے کہ اگرچہ بالفعل جان کا خطرہ نہ ہو مگر باعتبار مآل ضیاع نفس و مال و آبرو کا باعث ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

بقیہ قرآن کا پیام

بات بات میں چھڑ جاتی تھی جو لڑائیاں تاریخی کتابوں میں محفوظ رہ گئی ہیں انکی تعداد ... ہوتی ہے۔

(دین اسلام اور شریعت اسلامی مرحمت کر کے) دنیا میں یوں انقلاب عظیم برپا کر دینا اسلام کا معجزہ ہی تھا۔ اس کا اعتراف آج فرنگی محققین بھی کر رہے ہیں ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔

فاصبحتم بنعمتہ اخوانا جس طرح عرب قبل اسلام کی عداوت حد ضرب المثل تک پہونچی ہوئی تھی اسی طرح بعد اسلام عرب کی آپس کی محبت اور یگانگت اخلاص بھی بے نظیر رہا۔ جہاں مکی مکی اور مدنی مدنی کا دشمن تھا وہاں اسلام نے مکے کے مہاجرین اور مدینہ کے انصار کو ایسا شیر و شکر کر دیا کہ دونوں واقعی آپس میں بھائی بھائی معلوم ہونے لگے۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا اور مورخ گبن دونوں کے صفحات میں اس کا اعتراف موجود ہے ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔

علی شفا حفرۃ من النار ذکر زمانہ قبل اسلام کا ہے کہ اس وقت عقائد و اعمال مشرکانہ کی بنا پر اہل عرب دوزخ کے کنارے تک پہونچ ہی چکے تھے۔

کسی درجہ میں اور ایک چھوٹے پیمانے پر تو یہ فرض ہر فرد امت کا ہے لیکن یہاں مقصود یہ ہے کہ ایک مستقل جماعت خاص اسی کام کے لئے ہو۔ اس کا کام ہی یہی ہو کہ خلق کو دعوت خیر دے۔ معروف (بھلے کاموں) کی طرف بلائے منکر (برے کاموں سے) روکے۔

نکتہ۔ یہ بھی کمال رحمت اور ضعف بشری کی رعایت ہے کہ ساری امت کے بجائے اس فریضہ پر ایک مخصوص جماعت کو مامور کیا گیا، ورنہ اس فریضہ کی ادائگی کے لئے جن اوصاف اور شرائط کی ضرورت ہے کیا عجب کے بہتوں کو وہ سخت شاق گزرتے۔

مسئلہ۔ من کے متعلق اختلاف ہوا ہے کہ آیا یہ بیانیہ ہے (کل کے معنی ہیں) یا تبعیضیہ ہے (بعض کے معنی)

حمد باری تعالےٰ

از: راشد اللہ تسنیم صاحب

اللہ رب العالمین ساری خدائی کا خدا
واحد احد معبود برحق ہے وہ ذات کبریا

تو ہے عظیم الشان مالک مالک روزِ جزا
ہے خالقِ جن و بشر اور صانعِ ارض و سما

تو ہے شہنشاہ معظم رحمۃ العالمین
تو ہے کریم بیکساں مشکل کشا حاجت روا

تابع ترے جن و بشر شمس و قمر ارض و سما
مالک ہے تو کونین کا کوئی نہیں تیرے سوا

حنان اور منان ہے رحمان ہے اور ہے رحیم
شیوا ترا فضل و کرم جود و سخا لطف و عطا

مالک ملک قدوس سبحان اور متکبر علی
زیبا ہے تجھ کو کبر تو ہے لائق حمد و ثنا

اوّل ہے تو آخر ہے تو اور باطن و ظاہر ہے تو
قادر عزیز و مقتدر والی ولی آقا میرا

جبار اور قہار ہے اور مالک و مختار تو
ہر عیب پوشی درگزر عفو و کرم شیوا ترا

اے قابض و باسط تری شان عطا کی مصلحت
ہم کسی پر بند کی تونے کسی پر وا کیا

حکمت تری ہر ذرہ ذرہ سے نمایاں اے حکیم
اور مصلحت سے باخبر کوئی نہیں تیرے سوا

تری نظر تحت الثریٰ تک اے لطیف اے خبیر
باریک بین دانا و بینا کارساز بے نوا

سب کے دلوں کے راز سے واقف ہے تو ہی اے علیم
دنیا کا کوئی راز بھی تجھ سے کبھی مخفی رہا؟

مالک ہے اپنے ملک کا تو اے معز و اے مذل
اعلیٰ کو ادنیٰ کر دیا پستی کو بالا کر دیا

تو نفع اور نقصان کا مالک ہو بے شک کبیر
نام نافع ضار ہو تی ہے یہ تو جیہ ادا

غفار اور ستار ہے فاسق و فاجر کے لئے
ہادی اور مضل نام ہے منکران دین کا

بے مثل ہے تیری بصارت نام ہے تیرا بصیر
تیری نظر ہے چار سو تجھ سے نہیں ہے کچھ چھپا

مومن مہیمن حافظ مبدی معید اور ہے حفیظ
کیا نام تیرے ہیں خدا کیا شان تیری ہے خدا

تو ہے سمیع اور مقتدر ہر ہر نفس صبح و مسا
کیا بے غرض اور بے طلب سنتا رہا دیتا رہا

ہے تو قوی اور ہے متین تو ہے رؤف اور ہے رحیم
مقسط ترا عدل و حکم لاریب تیرا فیصلا

غالب ترے غصہ پہ ہے حلم و کرم تو ہے حلیم
وہ حلم ہے کہ فاسق و فاجر نڈر ہیں اے خدا

اے شافی مطلق ترا اک نام نامی ہے سلام
جو ہر مرض کی ہے دوا بیمار پاتے ہیں شفا

معطی ترے فضل و کرم کو رد کرے کس کی ہے مجال
مانع اگر تو روک دے ملنے کا پھر امکان کیا

جامع ترے اوصاف کو ہم جمع کر لیں ہے محال
رافع جلیل و مقتدر باری شہید اے کبریا

انت الرقیب انت المقیت اے ذوالجلال والاکرام
اللہ اکبر ہر صفت ہے لائق حمد و ثنا

مرے غنی تو ہے غنی اور نام ہے مغنی ترا
محتاج تیرے ہیں سبھی کیا بادشاہ اور کیا گدا

گھل کر فنا ہو جاؤں میں تیری محبت میں ودود
اپنی محبت کا مجھے اک جام تو ایسا پلا

باقی ہے تو فانی ہیں سب وارث ہے تو اور ہو ولی
ہے حی اور قیوم تو یحیٰ ممیت اے کبریا

کیا صورتیں تو نے بنائیں اے مصور اے بدیع
ہے ناک نقشہ ایک پر سب سے الگ سب سے جدا

ذات گرامی ہے وحید اور نام نامی ہے حمید
اور واجد و ماجد مجید کیا نام ہیں نام خدا

واسع مرے وسعت عطا کر رزق روزی میں کثیر
فتاح اور وہاب ہے اب کھول دے باب عطا

تو ہے صمد اور صادق الاقوال ہے اور بے نیاز
حق حقیقت میں تو ہی مالک ہے کل اوصاف کا

اب شکر کی توفیق دے ہر ہر نفس رب شکور
تو شاکرون اور صابروں میں کر مجھے روز جزا

ہر اس مصیبت سے بچا جس سے رہوں میں ناصبور
کمزور ہے قلب حزیں ہر رنج و غم سے لے بچا

ہاں بخش دے سارے گناہ اگلے و پچھلے اے غفور
چھوٹے بڑے پوشیدہ ظاہر اے مرے رب العلیٰ

اے منتقم مجھ سے گناہوں کا نہ لے تو انتقام
منعم حقیقی مجھ پہ یہ احسان کر بہر خدا

تو اے مقدم ہر بھلائی میں مقدم کر مجھے
دے وہ مقام اعلیٰ و ارفع ایسا کر رتبہ مرا

اے مؤخر ہوں نہ پیچھے خاص تیرے فضل سے
دنیا میں بھی عقبیٰ میں بھی جب دور ہو انعام کا

اب اے رشید و راشد و مرشد ہدایت کر عطا
حق پر چلوں حق پر رہوں ثابت قدم تا انتہا

دل نور سے معمور کر دل کی سیاہی دور کر
اے نور اپنے نور میں کر غرق از سر تا بپا

ہو باعث فرحت نکلنا قبر سے روز نشور
یا باعث روز جزا سایہ ہو تیرے عرش کا

مجھ سے نہ ہو کچھ پوچھ گچھ روز جزا مرے حسیب
بس خاص تیرے فضل سے بخشش ہو مری اے خدا

اے برّ و اے تواب تو توفیق توبہ دے ختاب
توفیق توبہ دے کے دے اچھے عمل کا حوصلہ

مجکو بہت ہی ناز ہے تیرے کرم پر اے کریم
دنیا میں بھی عقبیٰ میں بھی متعالی ہے ترا آسرا

لاچار اور محتاج ہوں بیکس و بے بس اے کریم
محتاج ہوں تیری مدد کی کر مدد رب العلیٰ

صدقے میں ان کے جو تجھے محبوب تھے حد سے سوا
نام ہے جن کا محمد مصطفےٰ اور مجتبےٰ

مقبول کر تسنیم کی ساری دعائیں اے مجیب
وعدہ اجیب دعوۃ الداع ہو تیرے اے خدا

(دوسری آخری قسط)

اسلامی نظام کے تحت معاشی اصلاحات

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (پاکستان)

۵:- ہمارے موجودہ نظام معیشت میں ارتکاز دولت کا تیسرا سبب "قمار" ہے، انشورنس کا پورا نظام اسی قمار پر قائم ہے۔ اس کے علاوہ گھوڑوں کی ریس، معمہ بازیاں، انواع و اقسام کی لاٹریاں، کھیل تماشوں کے سیزن ٹکٹ یہ سب قمار کی وہ ہلاکت آفرین اقسام ہیں جن کی زد سب سے زیادہ غریب عوام پر پڑتی ہے اور ان کے ذریعہ غریب عوام کی کمائی کا ایک ایک روپیہ جمع ہو کر کسی ایک فرد پر تین برسا دیتا ہے اور باقی سب لوگ دیکھتے رہ جاتے ہیں، اسلامی حکومت میں قمار کی یہ تمام صورتیں ممنوع ہوں گی اور عوام کو بے وقوف بنانے کے یہ دروازے بند ہو جائیں گے۔

انشورنس کے موجودہ نظام میں انشورنس کمپنیوں کے جمع شدہ سرمایہ سے سب سے زیادہ فائدہ بڑے بڑے سرمایہ داروں کو پہونچتا ہے۔ جو آئے دن مختلف حادثات کے بہانے رقمیں وصول کرتے رہتے ہیں، غریبوں کو اس سے فائدہ اٹھانے کی نوبت تو بہت کم آتی ہے۔ گویا اس طریقے سے بڑے بڑے سرمایہ دار اپنے جانی و مالی نقصانات کی ذمہ داری بھی ان غریب عوام پر ڈال دیتے ہیں جن کا نہ کبھی کوئی جہاز ڈوبتا ہے، نہ ان کے کسی تجارتی مرکز کو آگ لگتی ہے۔ اس طریقے کو بدل کر اسلامی حکومت "امداد باہمی" کی ایسی انجمنیں قائم کرے گی جو سود اور قمار سے خالی ہوں اور جن سے غریب عوام زیادہ بہتر طریقے سے مستفید ہو سکیں گے (اس کی عملی اسکیمیں بھی علماء کی طرف سے شائع ہو چکی ہیں جو انشاء اللہ عنقریب انہیں الگ منظر عام پر لایا جائیگا۔)

۶:- ذخیرہ اندوزی اور چور بازاری پر بدنی تعزیرات مقرر کی جائیں گی۔ اور ذخیرہ اندوزوں کو اپنے ذخائر بازار میں لانے پر مجبور کیا جائے گا۔

۷:- لائسنس اور پرمٹ کا مروجہ طریقہ بھی تجارتی اجارہ داریوں کے قیام میں بہت بڑا معاون ہوتا ہے آج کل یہ رہا ہے کہ صرف سرمایہ داروں کو باسی رشوت اور خویش پروری کے طور پر بڑے بڑے لائسنس دیئے جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں صنعت و تجارت پر ان کی خود غرضانہ اجارہ داری قائم ہو جاتی ہے اس سے ایک طرف بے ایمانی بڑھتی ہے، دوسری طرف تھوڑے سرمایہ والوں کے لئے بازار میں آنے کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ اگر تجارت کو اس ظالمانہ طریقہ کار سے آزاد کر دیا جائے تو اشیائے صرف خود بخود سستی ہو جائیں گی اور ایک عام آدمی بھی معمولی سرمایہ کے ذریعہ تجارت و صنعت میں داخل ہو سکے گا۔ اور آج کا مزدور کل کا کارخانہ دار بن سکیگا۔

۸:- موجودہ نظام میں تنخواہوں کا معیار نہایت غیر منصفانہ اور مختلف درجات کا باہمی تفاوت بہت زیادہ ہے۔ اس تفاوت کو کم کر کے اونچے درجات کی تنخواہیں کم اور نچلے درجات میں زیادہ ہوں گی۔ پنشن کی شرح میں اونچے درجات میں کم اور نچلے درجات میں زیادہ ہوگی۔

۹:- ہمارے مزدوروں کی سطح بہت پست ہے ایک اندازے کے مطابق مغربی پاکستان میں پانچ افراد پر مشتمل ایک اوسط درجے کے خاندان کا کم از کم خرچ دو سو بیس روپیہ ہے اور مشرقی پاکستان میں دو سو ساٹھ روپیہ لیکن اجرتوں کا معیار اس کے مقابلے میں کہیں زیادہ پست ہے۔ پاکستان کے مختلف علاقوں اور مختلف صنعتوں میں کم از کم تنخواہ بہتر روپے سے لے کر ایک سو ستر روپے تک رہی ہے اور نئی لیبر پالیسی میں زائد سے زائد مقدار ایک سو چالیس روپیہ مقرر کی گئی ہے، لیکن بڑھتی ہوئی گرانی کے اس دور میں یہ تنخواہ بھی ناقابل اطمینان ہے اور اس میں حقیقت پسندانہ اضافہ کی ضرورت ہے۔ اسلامی حکومت کو اختیار ہے کہ وہ اجرتوں کی ایسی کم از کم شرح متعین کر دے جو مزدور کی محنت کا مناسب صلہ بھی ہوں اور صنعتی نظام کے لئے قابل عمل بھی اس کی تعیین کے لئے مزدوروں تاجروں اور حکومت کے مساوی نمائندگان پر مشتمل اجرت بورڈ ہونا چاہئے جو بدلتے ہوئے حالات میں اجرتیں تبدیل کرنے کا مجاز ہو کم از کم شرح متعین کرنے کے بعد اجرتوں کی مزید مقدار مزدوروں کو قوت معاملہ (Bargaining Power) پر چھوڑ دی جائے گی۔

۱۰:- اجرتوں کے ساتھ مزدوروں کے معاملے میں یہ شرط بھی حکومت کی طرف سے عائد کی جا سکتی ہے کہ وہ نقد اجرت کے علاوہ مزدوروں کو کسی خاص کارکردگی پر یا خاص مدت میں اوور ٹائم کی مخصوص مقدار کے معاوضے کے طور پر ان کو نقد بونس دینے کے بجائے کسی مخصوص کارخانے کے شیئرز مالکانہ حیثیت میں دے دے اس طرح مزدور کارخانوں میں حصہ دار بھی بن سکیں گے یہاں یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ مزدوروں کی اجرت میں یہ اضافہ اسی صورت میں نتیجہ خیز ثابت ہو سکتا ہے جب کہ ان کے لئے صنعتی اجارہ داریوں کو توڑنے کے لئے ساتھ ساتھ وہ اقدامات بھی کئے جائیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ورنہ اجرتوں کی زیادتی سے قیمتیں بڑھ جائیں گی اور سرمایہ دار جو رقم ایک جانب سے مزدور کو دے گا وہ دوسری طرف سے وصول کرے گا اور مزدور کی مشکلات حل نہ ہو سکیں گی۔

۱۱:- مزدوروں کی اجرت کی طرح اسلامی حکومت کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ کسانوں کے لئے بٹائی کی ایسی کم از کم شرح متعین کر دے جو کسانوں کی محنت کا مناسب صلہ ہو اور ان کی ضروریات زندگی کی معقول کفالت کر سکے اس غرض کے لئے بھی ایک بورڈ قائم ہونا چاہئے جس میں کسانوں، زمینداروں اور حکومت کو مساوی نمائندگی حاصل ہو۔

۱۲:- مزارعت (بٹائی) کے معاملات میں جو ظلم و ستم زمینداروں کی طرف سے کسانوں پر ہوتے ہیں ان کی اصل وجہ مزارعت کا جواز نہیں، بلکہ وہ فاسد شرطیں ہیں جو زمیندار کسانوں کی بیچارگی سے فائدہ اٹھا کر ان پر قولی یا عملی طور پر عائد کر دیتے ہیں، اور جو اسلام کی رو سے قطعی ناجائز اور حرام ہیں اور ان میں بہت سی بیگار کے حکم میں آتی ہیں۔ ایسی تمام شرائط کو، خواہ وہ زبانی طے کی جاتی ہوں یا رسم و رواج کے ذریعہ ان پر عمل چلا آتا ہو، قانوناً ممنوع قرار دیدیا جائے تو مزارعت کا معاملہ کسانوں کے حق میں بالکل بے ضرر ہو جائیگا۔

۱۳:- مزارعت کے معاملے میں جس ظالمانہ رسم و رواج نے جکڑ لی ہے اور جن کی وجہ سے کسانوں پر ناجائز شرطیں عائد کی جاتی ہیں، اگر اس پر فوری طور سے قابو پانا ممکن نہ ہو تو اسلامی حکومت کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ عبوری دور کے لئے یہ اعلان کر دے کہ اب زمینیں بٹائی کے بجائے ٹھیکہ پر دی جائیں، یا یہ طریقہ تجویز کر دے کہ کاشتکار بٹائی کے بجائے مقررہ اجرت پر زمیندار کے لئے بحیثیت مزدور کام کریں گے۔ اس اجرت کا تعین بھی حکومت کر سکتی ہے۔ اور بڑے بڑے جاگیرداروں پر شرط بھی عائد کر سکتی ہے کہ وہ عبوری دور تک زمین کا کچھ حصہ سالانہ اجرت کے طور پر مزدوروں کاشتکاروں کو دیں گے۔

(احیاء موات کے شرعی قوانین ماخوذ)

کئے جائیں، یعنی جو کاشت کار غیر مملوکہ غیر آباد و بنجر زمینوں کو خود آباد کریں ان کو ان زمینوں پر مالکانہ حقوق دیے جائیں۔ جو زمینیں جاگیرداروں کو آباد کرنے کے لئے دی گئی تھیں اور انھوں نے ان کو خود آباد کرنے کے بجائے کاشت کاروں کو بٹائی پر دیدیا تو وہ کاشتکاروں کی ملکیت ہو گئیں کاشت کاروں کو ان پر مالکانہ حقوق دیے جائیں اور پیداوار کا جو حصہ جاگیرداروں نے وصول کیا وہ واپس لیا جائے۔

۱۵:- زمینوں کے رہن کے جتنے سودی طریقے رائج ہیں ان سب کو یکسر ممنوع قرار دیا جائے گا اور جو زمینیں اس وقت ناجائز طریقوں سے زیر رہن ہیں ان سب کو چھڑا کر ان کے غریب اور مستحق مالکوں کو واپس لوٹایا جائے اس عرصے میں قرض خواہوں نے زمینوں سے جو نفع اٹھایا ہے اس کا کرایہ ان کے ذمہ واجب ہے اس کرائے کو قرض میں محسوب کیا جائے اور اگر کرائے کی رقم قرض سے زیادہ ہو تو وہ وصول کر کے قرضدار کو دلوائی جائے۔

۱۶:- ہمارے یہاں بڑی بڑی جاگیروں کے ارتکاز کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ بہت سی زمینوں میں سالہا سال سے وراثت جاری نہیں ہوئی اسلامی حکومت ایسی زمینوں کی تحقیق کے لئے بھی ایک بورڈ قائم کرے جو ایسی زمینوں کو ان کے شرعی مستحقین میں تقسیم کرے۔ اگر اسلام کا قانون وراثت صحیح طریقے سے جاری ہو تو ایک جگہ میں بڑی بڑی جاگیریں جمع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۱۷:- انتقال جائیداد کے طریقوں کو سہل بنایا جائے اور زمینوں کی آزادانہ خرید و فروخت کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

۱۸:- کاشت کاروں کے لئے حکومت کی طرف سے غیر سودی قرضوں کا انتظام کیا جائے۔

۱۹:- کاشت کاروں کے لئے آسان قسطوں پر زرعی آلات مہیا کئے جائیں اور زراعت کی بہترین تعلیم و تربیت کا انتظام کیا جائے۔

۲۰:- زرعی امداد باہمی کی تحریک میں ایسی باہمی کاشت کے طریقے کو فروغ دیا جائے جس میں کھاد، بیج اور آلات کی فراہمی انجمن کے ذمہ ہو۔

۲۱:- ہمارے معاشرے میں زرعی پیداوار کی فروخت اتنے واسطوں سے ہو کر گذرتی ہے کہ ہر درمیانی مرحلے پر قیمت کا حصہ تقسیم ہوتا چلا جاتا ہے آڑھتیوں، دلالوں اور اسی طرح کے دوسرے درمیانی اشخاص (______) کی بہتات سے دو طرفہ نقصان ہوتے ہیں ایک طرف کاشت کاروں کو پیداوار کا مناسب معاوضہ نہیں مل پاتا اور دوسری طرف بازار میں گرانی پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے احادیث کی رو سے اسلام میں دیہی کاشتکار اور شہری خریدار کے درمیانی واسطوں کو پسند نہیں کیا گیا۔ اسلامی نظام میں موجودہ طریقے کو بدل کر یا تو ایسے منظم بازار (______) کافی تعداد میں قائم کئے جائیں جن میں دیہی کاشت کار خود بلا واسطہ پیداوار کو فروخت کر سکیں یا پھر فروخت پیداوار کا کام لینے کے لئے آڑھتیوں اور دلالوں سے کام لینے کے بجائے امداد باہمی کی ایسی انجمنیں قائم کی جائیں جو خود کاشت کاروں پر مشتمل ہوں اور یہ انجمنیں پیداوار فروخت کریں، تاکہ قیمت کا جو بڑا حصہ درمیانی اشخاص کے پاس چلا جاتا ہے اس سے کاشتکار اور عام صارفین فائدہ اٹھا سکیں۔

۲۲:- نفقات کے بارے میں اسلامی قانون کو تمام و کمال نافذ کیا جائے۔ اور بیوی بچوں کے علاوہ جن خاص خاص رشتہ داروں کی معاشی کفالت اسلام نے خاندان کے کشادہ دست افراد پر ڈالی ہے اس کو قانونی شکل دے کر یتیموں، بیواؤں، بیماروں اور اپاہجوں کے معاش کا بندوبست کیا جائے۔

۲۳:- زکوٰۃ کی نگرانی کے لئے مستقل محکمہ قائم کیا جائے جو مندرجہ ذیل کام کرے۔

(الف) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب تک جن سرمایہ داروں نے زکوٰۃ ادا نہیں کی ہے ان سے زکوٰۃ وصول کر کے غریبوں میں تقسیم کرنے کا انتظام کرے۔

(ب) ہر سال مویشیوں کی زکوٰۃ وصول کر کے اسے غریبوں میں تقسیم کر دے۔

(ج) سونے، چاندی کی سالانہ زکوٰۃ اور زرعی پیداوار کا عشر مالکان خود ادا کریں گے لیکن یہ محکمہ اس بات کی نگرانی کرے کہ انہوں نے زکوٰۃ اور عشر ادا کیا ہے یا نہیں۔

۲۴:- ملک کے ہر باشندے کے لئے روزگار فراہم کرنا بھی حکومت کی ذمہ داری ہے اور کوشش کے باوجود جو افراد بے روزگار رہ جائیں ان کے لئے روزگار کی فراہمی تک "بے روزگاری الاؤنس" جاری کئے جائیں۔

۲۵:- حکومت کی طرف سے ایک "فلاحی فنڈ" قائم کیا جائے اور اس فنڈ کے لئے سالانہ بجٹ میں مستقل رقم رکھی جائے اور عام چندوں کے ذریعہ بھی اس رقم میں اضافہ کیا جائے، اس فنڈ کے ذریعہ بھاری صنعتیں بھی قائم کی جا سکتی ہیں۔ تاکہ اس رقم کے ذریعہ ملکی صنعت کو فروغ بھی ہو اور ان کے منافع سے فنڈ میں اضافہ بھی ہوتا رہے۔ اس فنڈ کے ذریعہ عام غریبوں، مزدوروں اور کسانوں کی رہائش کا معیار بلند کرنے کے لئے آسان قسطوں پر متوسط درجہ کے مکانات تعمیر کئے جائیں، کثیر تعداد میں مفت شفاخانے قائم کئے جائیں جن میں میٹرک تک کی تعلیم مفت کی جائے اور عوام کی معاشی حالت بہتر بنانے کے لئے دوسرے اقدامات کئے جائیں۔

۲۶:- کسی قوم کی معاشی حالت محض پیسوں کی کثرت سے نہیں سدھر سکتی جب تک ______ وہ بیہودہ یا تخریب اخلاق چیزوں میں پیسہ خرچ کرنے سے اجتناب اور ضرورت کے کاموں میں اسراف بے جا سے پرہیز نہ کرے۔ یوں تو انفرادی ملکیتوں میں بھی حرام اور ناجائز ہے، لیکن جو رقم کسی کی انفرادی ملکیت نہ ہو بلکہ قومی ملکیت ہو اس میں فضول خرچی کی حرمت اور زیادہ شدید ہو جاتی ہے۔ لیکن ہمارے معاشرے میں سب سے زیادہ فضول خرچی قومی خزانے میں ہوتی ہے ہر سال خزانے کا بلا مبالغہ کروڑوں روپیہ شاہانہ تقریبات، سرکاری دوروں، سرکاری عمارتوں کے سامان تعیش اور زیب و آرائش کے بہانے قطعی بے فائدہ اور فضول خرچ ہوتا ہے، ان اخراجات کو قطعی طور پر تو بند کرنا ممکن نہیں، لیکن ان مقاصد کے لئے جس بے دردی کے ساتھ قومی روپیہ بہایا جاتا ہے، اس کا کوئی شرعی، عقلی اور معاشی جواز نہیں ہے، بسا اوقات ایک ایک دعوت پر ایک ایک لاکھ روپیہ خرچ کیا گیا ہے۔ اور اگر حساب لگایا جائے تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب تک یقیناً اربوں روپیہ ان فضول خرچیوں میں صرف ہوا ہے۔ اسلامی نظام میں قومی دولت کے اس ضیاع کی کوئی گنجائش نہیں۔ لہذا تقریبات اور سرکاری دوروں کے لئے اخراجات کی ایک مناسب حد مقرر کر کے اس کی سختی کے ساتھ پابندی کرائی جائے اور اس طرح جو خطیر رقمیں بچیں انہیں "فلاحی فنڈ" میں داخل کیا جائے۔

۲۷:- قومی دولت کی ایک بہت بڑی مقدار آج کل ان مقاصد پر صرف ہو رہی ہے جو شرعی طور پر حرام اور ناجائز ہیں۔ مثلاً شراب، فلموں اور دوسری حرام اشیاء کی درآمد پر کروڑوں روپیہ سالانہ خرچ ہوتا ہے زر مبادلہ کے اس زبردست نقصان کو بالکلیہ بند کیا جائے اور اس خطیر رقم کو عوامی فلاح کے کاموں میں صرف کیا جائے، غیر مسلموں کو شراب استعمال کرنے کی اجازت ہو گی لیکن درآمد کرنے کی نہیں۔

۲۸:- خاندانی منصوبہ بندی کی خالص احمقانہ تحریک نے بھی ہماری معیشت کو نقصان پہنچایا ہے۔ تیسرے پنجسالہ منصوبے میں اس تحریک کے فروغ کے لئے ۲۸۴ ملین روپیہ کی رقم مخصوص کی گئی ہے (جب کہ سماجی بہبود کے لئے مخصوص کی جانے والی رقم کل ۱۲۵ ملین ہے۔) یہ بات پوری طرح ثابت ہو چکی ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی شرعی، عقلی، سماجی معاشی ہر اعتبار سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عوام کے لئے ناقابل قبول ہے۔ اس صورت میں قومی دولت کا اتنا بڑا حصہ اس پر صرف کرنے کے بجائے زراعت کی ترقی اور کاشت کاروں کی پیداوار بڑھانے میں صرف کیا جائے۔

ہمارا ادب :-

منتقل عنوان

امیر احمد امیر مینائی لکھنوی

حافظ سید حبیب الرحمٰن حسنی

آخری دور کے مسلم الثبوت استاد جنھوں نے رامپور میں اس قدر ۔۔ شہرت پائی کہ رامپور نے انھیں اپنا لیا، رام پور اس زمانہ میں شعراء کا گہوارہ بن گیا تھا۔ میر ضامن علی جلال لکھنوی۔ امیر اللہ تسلیم لکھنوی سب اسکی قدردانی سے بہرہ اندوز تھے ادھر دہلی سے داغ آئے اور اپنا سکہ بٹھا دیا۔ اور بے شک محاوروں کے لحاظ سے شروع سے لے کر اب تک ایسا شاعر نہیں پیدا ہوا اسی لئے انھوں نے فخریہ کہا ہے ؎

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
ہندوستاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

امیر مینائی کی شاعری کی خاصیت درد اور متانت ہے۔

داغ فرماتے ہیں ؎

کچھ نرالا ہے جوانی کا بناؤ
خوشخیاں زیور ہیں اس سن کے لئے

امیر مینائی ؎

ہے جوانی خود جوانی کا سنگار
سادگی گہنا ہے اس سن کے لئے

یہ انگریزی مثل سے ملتا ہوا ہے وہ کہتا ہے حسن کے لئے بناؤ سنگار کی ضرورت نہیں۔

بیشک آتش کا شعر ان سب سے اچھا ہے۔

فرماتے ہیں ؎

تکلف سے بری ہے حسن ذاتی
قبائے گل میں گل بوٹا کہاں ہے

داغ فرماتے ہیں ؎

آج کل میں داغ ہوں گے کامیاب
کیوں مرے جاتے ہو دو دن کے لئے

مرے جانا۔ دو دن محاورے ہیں۔

امیر مینائی کہتے ہیں ؎

لاش پر عبرت یہ کہتی ہے امیر
آئے تھے دنیا میں اس دن کے لئے

جرأت:

ایک غزل میں داغ کا یہ شعر کتنی شوخی کا ہے ؎

ہم تم ہوں شب وصل اکیلے تو مزا ہو
ہم سے ہو ادب دور حیا تم سے جدا ہو

امیر مینائی فرماتے ہیں ؎

الفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو
ہر بات میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

ضرب المثل ہے

امیر مینائی فرماتے ہیں ؎

ہر رنگ میں ہے یار نیا رنگ تمہارا
بے پردہ جو شوخی ہو تو در پردہ حیا ہو

پھر حیا کہہ گئے

میت پر خوب کہتے ہیں ؎

آئے جو میری لاش پہ وہ طنز سے بولے
اب میں ہوں خفا تم سے کہ تم مجھ سے خفا ہو

اس میں چوٹ ہے اور طنز

پھر ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

آ کے میت پہ مری کہتے ہیں لو اٹھ بیٹھو
اب تو مدت ہوئی ہم تم کو مناتے بھی نہیں

پچھتاوا

اس غزل میں ایک شعر ضرب المثل ہے ؎

دو گھڑی روز کا ٹھہرا تو یہ رسم رکھئے
روز کے روٹھنے والے کو مناتے بھی نہیں

ایک مشہور شعر یہ بھی ہے ؎

قریب ہے یار روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

یہ غزل بہت مشہور ہوئی جس کے یہ دو شعر زبان زد عام ہیں ؎

کہہ رہی ہے حشر میں وہ آنکھ شرمائی ہوئی
ہائے کیسی اس بھری محفل میں رسوائی ہوئی

صبح کو پہچاننے والوں میں رسوائی ہوئی
شب کی خبریں دے رہی ہیں آنکھیں شرمائی ہوئی

پردہ تو اب اٹھ گیا ہے اسلئے پہلے شعر کی خوبی آج کل کے لوگ کیا سمجھیں گے۔ پچاس برس پیشتر فراز صاحب شاہجہانپوری شاگرد امیر مینائی نے بڑے لطف سے یہ شعر پڑھا تھا اور جھوم جھوم گئے تھے اس وقت ہر جگہ امیر مینائی کا ڈنکا بج رہا تھا۔ اور ادھر داغ کا۔

امیر مینائی کی یہ غزل بھی بہت مشہور ہوئی ؎

رہے یہ جان جہاں، یہ جہاں رہے نہ رہے
مکیں کی خیر ہو یارب مکاں رہے نہ رہے

ضرب المثل ہے

خزاں تو خیر سے گذری چمن میں بلبل کو
بہار آئی ہے اب آشیاں رہے نہ رہے

چلا ہوں کوچۂ قاتل میں [illegible]
یہ حال ہے تو دم امتحاں رہے نہ رہے

امیر جمع ہیں احباب درد دل کہہ لو
پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے

وقت بد کو بھی عجب طور سے بیان کرتے ہیں ؎

امیر آیا جو وقت بد تو سب نے راہ لی اپنی
ہزاروں سیکڑوں میں درد و غم دو آشنا ٹھہرے

آنے والا جانے والا بیکسی میں کون تھا
ہاں مگر اک دم غریب آتا رہا جاتا رہا

اس میں ایک شعر ضرب المثل ہے ؎

جب تلک تھے تم کشیدہ دل تھا شکووں سے بھرا
تم گلے سے مل گئے سارا گلہ جاتا رہا

مقطع بھی خوب ہے ؎

کھو گیا دل کھو گیا ہوتا تو کیا ہوتا امیر
جانے دو اک بے وفا جاتا رہا جاتا رہا

نیا مضمون ہے دل کو بیوفا کہا اور کہا بیوفا کی پرواہ نہ کرنا چاہئے۔

درد کے شعر ؎

خط لیتے ہی چل دیا عدم کو
اتنی ہی لکھی تھی نامہ بر کی

انجام شب ہجر معلوم آخر
امید امیر کیا سحر کی

ضرب المثل شعر ؎

گھر اجڑتے بھی ہیں بستے بھی ہیں لیکن اے روح
جو اجڑ کر نہ بسے پھر وہ وطن کس کا ہے

گل ہوا غنچہ تو آواز یہ اس سے آئی
مجھ سے پھر دل نہیں ہوتا ہے پریشاں ہو کر

اضطراب پر بہت اچھا شعر نکالا ہے

اے برق تو ذرا بھی تڑپ کر ٹھہر گئی
ہاں عمر کٹ گئی ہے اسی اضطراب میں

حسب ذیل ضرب المثل ہے یہ شعر مولانا محمد علی صاحب جوہر مرحوم نے خواجہ عبدالمجید صاحب مرحوم شیخ الجامعہ کے کپڑوں کو دیکھ کے پڑھا تھا وہ یہ ہے ؎

اگر کا ہے گماں رنگ ہے گیری کا
رنگ لایا ہے دوپٹہ ترا میلا ہو کر

تصوف کا یہ شعر کتنا اچھا ہے ؎

[illegible] جب اس کے آستانے پر
کبھی اس گھر میں آ نکلے کبھی اس گھر میں جا ٹھہرے

اچھوتا خیال ملاحظہ ہو ؎

احمد جو رات میں کبھی تم بس آئے
چراغ لے کے غریب آگئے آشیاں کے لئے

ایک ہی قافیہ پر داغ اور امیر کے شعر ہیں اور ایک ہی مضمون ہے مگر کس طرح ادا کیا گیا ہے

داغ ؎
وہ تمھاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدہ کرتا
تمھیں منصفی سے کہہ دو تمھیں اعتبار ہوتا

امیر مینائی ؎
میں زباں سے تم کو سچا کہو لاکھ بار کہہ دوں
اسے کیا کروں کہ دل کو نہیں اعتبار ہوتا

محاورہ امیر مینائی ؎
بڑا بے دردی سے مٹی خراب ہوتی ہے
لگا دو ہاتھ جنازے کو پھر سنوار لینا
مٹی خراب ہونا اور قبر کی مٹی۔

درد ؎
شمع بالیں سے یہ کہہ دے اے صبا
سر پہ روتا ہے کوئی بیمار کے

تصویر ؎
تکیہ میں گئے تو میں پکارا
شب تیرہ ہے جاگو سونے والو
اور دل پہ امیر چلنے کب تک
کچھ تم آپ ہی کو سنبھالو

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎
عجیب خواب گراں میں تھے خفتگان زمیں
کسی نے بھی نہ سنا ہم بہت پکار آئے
ساکنان قبور

پھر نئے طرز میں فرماتے ہیں ؎
گڑھے میں گور کے پھینک آئے اتر یا مجھ کو
سلوک خاک کیا سر کا بوجھ اتار آئے
خاک کیا محاورہ

غالب کا شعر کوکب کا مشہور ہے۔ امیر مینائی فرماتے ہیں ؎
فلسیں سال نہ ہوا قائل میں ستاروں کا
بدل کے رنگ یہ بہروپئے ہزار آئے
ستاروں کو بہروپیہ بتایا گیا ہے کہ رنگ بدلتے رہتے ہیں۔
دنیا کی بے ثباتی کو کس طرح فرماتے ہیں ؎
نازِ نیرنگ ہوا ہے ابلق ایام نہ کر
نہ رہے گی یہ سپیدی یہ سیاہی تیری
رات دن سب ختم ہو جائیں گے۔ درد ؎
جی تڑپتا ہے تو کہتی ہیں یہ آنکھیں رو کر
اب کہیں بھی نہیں جاتی یہ تباہی تیری
ریاکاری دکھاوا
ریا کو گو باطن طاعت خاص خدا سمجھے
سہارا مل گیا دیوار کا اندھے عصا سمجھے
خدا کی بخشش و کرم کو کس طرح بیان کیا ہے ؎
موقوف جرم ہی پہ کرم کا ظہور تھا

بندے اگر قصور نہ کرتے قصور تھا
وہ کرشمے شانِ رحمت نے دکھائے روزِ حشر
بول اٹھا ہر بے گناہ میں بھی گنہگاروں میں ہوں
رحم آگیا کریم کو محتاج دیکھ کر
حاجت ہی اس غریب کی حاجت روا ہوئی
کیا زبان ہے حاجت، حاجت روائی
گھبرا رہے ہو حشر میں کیوں اس قدر امیر
اتنی ہی سی تو بات ہے کہہ دو خطا ہوئی

سراج دکنی کا شعر ہے ؎
چلی سمت غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا
مگر ایک شاخ نہال غم جسے دل کہیں سو ہری رہی
یہ بہت ہی مشہور غزل ہے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تین سو چار سو برس پہلے کی غزل ہے امیر مینائی نے کوشش کی ہے مگر نہیں پاتے اگرچہ اچھے ہیں امیر مینائی کے شعر یہ ہیں ؎
مری شاخ گلشن آرزو ہوئی کچھ نہ واقف رنگ و بو
نہ پھل اس میں آیا کبھی کوئی لگا نہ کلی کھلی نہ ہری رہی
دل اگرچہ غم سے نگار ہے مگر اب بھی باغ و بہار ہے
اسی شاخ کا یہ شعار ہے کہ شکستہ ہو کے ہری رہی
مولانا سید شرف الدین صاحب مومن مرحوم ٹونکی جو جامعہ میں اردو فارسی کے پروفیسر تھے فرماتے تھے کہ غالب کا یہ شعر ؎
کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا
کے بعد اگر کوئی شعر ہے تو امیر مینائی کا
جو نگاہ کی تھی ظالم تو پھر آنکھ کیوں چرائی
وہ تیر کیوں نہ مارا جو جگر کے پار ہوتا

زبان ملاحظہ ہو ؎
مٹی نہ دیجئے مجھے اچھا نہ دیجئے
اچھا ملا کے خاک میں ارمان جائیے
مٹی نہ دینا خاک میں ملانا
دوسرا شعر صنعت کا سنئے ؎
خنجر نے ترے دیا نہ پانی
ترسا ترسا کے مار ڈالا
خنجر اور پانی نہ دینا ترسانا یعنی خنجر نہ چل سکا اور تڑپ تڑپ کے جان دی۔

درد ؎
ضبط کرنا دل حزیں نہ کہیں
چوٹ لگ جائے گی کہیں نہ کہیں
کوچ کا وقت قریب ہے ؎
جو اٹھتے بیٹھتے پیری میں بولیں ہڈیاں اپنی
درائے کاروانِ زندگی کی ہم صدا سمجھے ہیں
بلبل سے ہمدردی ؎
باغباں رحم سے واقف نہیں گلچیں بے درد
اک ہمیں ہیں ترے پہچاننے والے بلبل
تصوف ؎
پھولوں میں ہے اگر بو تمھاری
کانٹوں میں بھی ہو گی خو تمھاری

اس دل پہ ہزار جان صدقے
جس دل میں ہو آرزو تمہاری
دو دن گلو بہار کیا کی
رنگت وہ رہی نہ بو تمہاری
دنیا کا نقشہ کیسا کھینچا ہے فرماتے ہیں۔ قطعہ
محفل برخاست ہے پچھلے
رخصت شمعوں سے ہو رہے ہیں
ہے کوچ کا وقت آسماں پر
تارے کہیں نام کو رہے ہیں
ان کی بھی نمود ہے کوئی دم
وہ بھی نہ رہیں گے جو رہے ہیں
دنیا کا یہ رنگ اور ہم کو
کچھ ہوش نہیں سو رہے ہیں
زانو پہ امیر سر کو رکھے
پہروں گزرے کہ رو رہے ہیں
کیا درد ہے۔
آنکھوں کی تعریف برائی کے پیرایہ میں ؎
آنکھیں تری سفاک ہیں خونریز ہیں چالاک ہیں
دو ساحر بیباک ہیں بیٹھے ہیں دو دلوں مل کے پاس
تصویر ؎
اے فلک یہ رت یہ متوالی گھٹا
اب تو راتیں ہجر کی کالی گھٹا
بال کی تعریف کس پیرایہ میں ؎
تم بھی جوڑا کھول دو وہ آگئی
بال کھولے گیسوؤں والی گھٹا
چراغ کی نزاکت ؎
جھونکا ادھر نہ آئے نسیم بہار کا
نازک بہت ہے پھول چراغ مزار کا
بال کی تعریف ؎
موباف کھل گیا ہے کسی گلعذار کا
آنچل ڈھلک رہا ہے عروس بہار کا
ساقی کے ہاتھ سے جو گرا جام کہہ اٹھا
ٹوٹا وہ دل کہیں کسی امیدوار کا
داغ سے اور امیر مینائی سے معرکہ آرائیاں رہتی تھیں مگر محبت بھی بہت تھی۔ فرماتے ہیں۔
امیر ہم کہاں اور اب کہاں داغ
یہ جلسے ہو چکے جلد آشیاں تک
امیر مینائی جو بزرگ خاندان کے تھے اس لئے شعر جیسے بھی نکالتے رہے ہوں مگر خدا کی یاد برابر رہتی تھی۔ ایک مرتبہ پینتیس چالیس برس ہوئے لاہور کے ایک پرچہ میں امیر مینائی کا خط داغ کے نام چھپا تھا جس میں آخرت کی یاد دلائی تھی۔ امیر کی غزلوں میں کہیں نہ کہیں خدا پرستی کا شعر ہوتا ہے۔
مثلاً ؎
یہ تو میں کیونکر کہوں تیرے خریداروں میں ہوں
تو سراپا ناز ہے میں ناز برداروں میں ہوں
سودا کا ایک بلا کا شعر ہے ؎

(باقی ص ۱۳ پر)

حاصلِ مطالعہ

(از مولوی محمد ارشد اعظمی مدرس مطلع العلوم بنارس)

۱:- یہ سرزمین مدینہ ہے۔ شب کا وقت ہے تاریکی چھائی ہوئی ہے، اتفاقاً کسی ضرورت سے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی رہائش گاہ سے باہر تشریف لاتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک مکان میں داخل ہوتے ہیں اور تھوڑے سے وقفے کے بعد باہر نکل آتے ہیں۔ حضرت طلحہؓ متردد ہیں لیکن کسی خاص نتیجہ پر نہیں پہنچ پاتے ہیں جب ظلمت شب چھٹی اور صبح نمودار ہوئی تو اس مکان میں تشریف لے گئے کہ آخر اس میں کیا ماجرا ہے۔؟؟

پہونچے تو دیکھا کہ ایک آنکھوں سے محروم اپاہج بوڑھی عورت بیٹھی ہوئی ہے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اس سے سوال فرماتے ہیں کہ وہ شخص یعنی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہاں کیوں آتے ہیں؟

پیرزن جواب دیتی ہے کہ وہ! میری نگہداشت فرماتے ہیں میری ضروریات زندگی کو پورا کرتے ہیں۔ اور میری غلاظت یعنی پیشاب و پاخانہ کو صاف فرماتے ہیں۔!

(حیوۃ الحیوان لکمال الدین دمیریؒ صفحہ ۱ ج ۱)

۲:- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ملک شام کے سفر سے تشریف لا رہے ہیں۔ اثنائے راہ میں رعایا کی خبر گیری کے لئے قافلے سے الگ ہو جاتے ہیں۔ وہیں ایک سن رسیدہ عورت کا خیمہ نظر آتا ہے اس میں تشریف لے جاتے ہیں۔ پیرزن سوال کرتی ہے کہ اے بھائی عمرؓ کیا کر رہے ہیں؟ حضرت عمر فاروقؓ نے جواب دیتے ہیں کہ:- ملک شام سے سلامتی کے ساتھ واپس آگئے ہیں!! پیرزن کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر نہ عطا فرمائے۔!

فاروق اعظمؓ پوچھتے ہیں کہ کیوں؟

پیرزن جواب دیتی ہے کہ:- جب سے انھوں نے منصب خلافت و ولایت سنبھالا ہے عطایا و انعامات سے میری خبر گیری نہیں کی؟

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ:- تم تو اتنے دور دراز مقام پر رہتی ہو عمرؓ کو تمھاری کیا خبر؟

پیرزن کہتی ہے کہ:- سبحان اللہ! خدا کی قسم یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی! کہ کوئی شخص رعایا کا والی اور فرماں روا ہو جائے اور اسے یہ خبر نہ ہو کہ مشرق سے مغرب تک کے مقامات میں کیا ہو رہا ہے؟؟

حضرت فاروق اعظمؓ رو پڑتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ:- ہائے ہلاکت ہے عمرؓ کے لئے۔ ہر آدمی یہاں تک کہ ایک بوڑھی عورت بھی اس سے زیادہ فقیہ ہے!

پھر حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ:- اے اللہ کی بندی! اپنے ظلم کو عمرؓ سے کتنے میں فروخت کرو گی؟ کیوں کہ مجھے عمرؓ پر بہت رحم آرہا ہے کہ کہیں وہ عذاب میں گرفتار نہ ہو جائے۔!

عورت جواب دیتی ہے کہ:- مجھ سے مذاق مت کرو!

فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں کہ:- اللہ تجھ پر رحم فرمائے میں مذاق نہیں کر رہا ہوں!

ہر کیف! پیرزن سے مظالم کی فروختگی پر شدید اصرار فرماتے رہے آخرکار ۲۵ دینار میں مظالم کو خرید لیا۔!

ہنوز یہ کشمکش جاری تھی کہ ناگاہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تشریف لائے اور فرمایا کہ یا امیرالمومنین! السلام علیک۔!

اب تو پیرزن حیرت و استعجاب کے سمندر میں غرق ہو گئی کہ ہائے ہلاکت! ہائے افسوس! امیرالمومنین کو خود ان کے منھ پر گالیاں دیں!

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پریشان نہ ہو کوئی بات نہیں اللہ تجھ پر رحم کرے۔

پھر حضرت عمرؓ نے کاغذ تلاش کیا تو نہیں ملا۔ مجبوراً اپنے پیوند دار لباس کا جو زیب تن کئے ہوئے تھے ایک ٹکڑا پھاڑا اور اس پر حسب ذیل عبارت تحریر فرمائی۔

"شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بہت بڑا نہایت رحم والا ہے۔ عمرؓ نے جب سے منصب خلافت و ولایت سنبھالا ہے اس وقت سے تا امروز اس بوڑھی عورت پر جتنے بھی مظالم ہوئے سب کو عمرؓ نے ۲۵ روپے میں اس سے خرید لیا ہے تاکہ محشر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے عمرؓ کے خلاف کوئی دعویٰ نہ کرے۔ لہٰذا عمرؓ اس سے بری ہیں اور حضرت علیؓ و حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس پر گواہ ہیں۔"!

پھر فاروق اعظمؓ نے یہ مکتوب گرامی اپنے محترم صاحبزادے کو عنایت فرما کر وصیت فرمائی کہ جب انتقال ہو جائے تو اس مکتوب کو میرے کفن میں رکھ دینا۔ میں اس کو لے کر اللہ سے ملاقات کروں گا۔!

(حیوۃ الحیوان لکمال الدین دمیریؒ صفحہ ج ۱)

مولانا ابوالخیر برق لکھنوی

(مولانا ابوالخیر برق پر گذشتہ شمارہ میں جو مضمون چھپا ہے اس میں آخری ٹکڑا شائع ہونے سے رہ گیا ہے پڑھتے وقت یہ اس میں شامل رکھا جائے۔)

ڈکیتی میں شب فرقت تھی بعض شعر اور بعض بند خوب تھے۔

ایک جگہ تصویر کھینچی ہے ؎
دل کی اداسی ہو گئی دونی
رات کی محفل ہو گئی سونی

یہ شعر مجھے ایک صاحب نے لکھ کر بھیجا تھا وہ شاعر تھے اور قائل تھے۔ اپنی حالت لکھی تھی۔ بند یہ ہے۔
کوہکنی فرہاد کی دیکھی
تیغ زنی جلاد کی دیکھی
قید قفس صیاد کی دیکھی
مشکل غم ناشاد کی دیکھی
ڈھونڈھ پھرے ہم سارا زمانہ
پایا نہ کہیں تیرا ٹھکانا

ایک جگہ اپنے خیال کی ترجمانی فرماتے ہیں اور صحیح فرماتے ہیں ؎
وہ دیں گے کیا کسی کو اس عشق پر سزائیں
انجان طبع نازک، نادان ہیں خطائیں
کیا دل کو پوچھتے ہو اس گھر میں ہو چکی ہیں
دل گرد آرزوئیں ناکام التجائیں

یہ ان کا خاص رنگ ہے
کچھ لوں یہ اداسی یا بیکسی قفس کی
جب آتی ہیں چمن میں کر دیتی ہیں ہوائیں

کچھ اور ہی سمجھے دیں مری چپ چپ کے درد میں
اک انتظار اب حشر تھا ہر قرار ہوں

فرماتے تھے کہ ایک طرف حدیث اور دوسری طرف غزل یہ جوڑ ٹھیک نہیں۔ غزل کہنا بند کر دیا۔ ایک صاحب نے ٹیپ ریکارڈ میں ان کی دو غزلیں ریکارڈ کیں۔ پھر جو خیال آیا تو کہا مٹا دو۔

اگر وہ غزل کہتے رہتے تو خوب کہتے۔ جگر کی غزل کا ایک غزل کہی جس کے یہ شعر یاد ہیں ؎
کس سمت جا رہی ہیں خاموش بے دعائیں
محرا کے آرہی ہیں کھوئی ہوئی صدائیں

(بقیہ غرق اردن)

علوم کا کامیاب ہوتا رہا یہاں تک کہ اس کا ایک ساتھی جو اسی کے شہر کا رہنے والا تھا عمر میں اس سے دس سال بڑا تھا اس سے حسد کرنے لگا۔ اور اس سے اس کو کد ہوگئی۔ ایک دن وہ تیزاب اور زہر لے کر آیا۔ تیزاب اس کی آنکھ میں ڈال کر اندھا بنانے اور منہ میں زہر ڈالنے کا ارادہ کیا، لیکن اس کا ہاتھ اچٹ گیا تیزاب اس کے منھ پر پڑا اور زہر منھ میں داخل نہ ہو سکا۔ حسن گھبرایا ہوا زخم و تکلیف کی حالت میں بیدار ہوگیا، بعد میں تحقیق سے پتہ چلا کہ یہ اس کے فلاں ساتھی کی حرکت تھی، معاملہ پولیس تک پہونچا لیکن بعض لوگوں نے مجرم کی سفارش کی تو حسن نے اس کو معاف کر دیا، اور کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے مکر سے بچا دیا اس لئے شکرانہ کے طور پر اس کو معاف کرتا ہوں اور اس کے اجر و ثواب کو آخرت پر چھوڑتا ہوں۔

حسن آخری امتحان میں بڑے امتیازی نمبروں سے پاس ہوا اور اسماعیلیہ میں بحیثیت مدرس اس کا تقرر ہوگیا، وہاں اس نے دعوتی کام شروع کیا اور جمعیۃ اخوان المسلمین قائم کی، وہ مسجدوں اور ہوٹلوں میں جاتا وہاں دینی مقالے پڑھتا اور تقریریں کرتا، دینی باتیں بتاتا اور غلط باتوں کی ناپسندیدگی کا اظہار کرتا، تحریک نے زور پکڑا اور اس کا حلقہ وسیع ہوگیا۔ اب ایک بہت وسیع مکان میں اس کا مرکز قائم کر دیا گیا۔ اس کا اثر اسماعیلیہ سے دوسرے ضلعوں تک ہوگیا۔ اسکندریہ، سویز، بلکہ وہ ہر جگہ کا ایک بہت سرگرم داعی ہوگیا، ہر جگہ اخوان کی انجمنیں قائم کرتا، دعوت کو منظم کرتا اور تقریر کرتا یہاں تک کہ انجمن کی شاخیں پورے مصر میں پھیل گئیں اور اس کا اخلاق اور زندگی پر برم اثر پڑا۔ اس کی مقبولیت عام ہوگئی، جیسا کہ آپ کو معلوم ہے۔

پھر میرے لڑکے نے صنعت و تنظیم کی طرف توجہ کی، اس نے دیکھا کہ اس ملک کی اقتصادیات پر بدیسیوں کا قبضہ ہے وہ قوم کا خون چوس رہے ہیں، صنعت اور تجارت اور کانوں میں انھیں کی اجارہ داری ہے، اس صورت حال نے اس کو کارخانے اور کمپنیاں قائم کرنے پر آمادہ کیا اور اسے انجینیر تربیت دینے کا داعیہ پیدا کیا کہ جوان کارخانوں میں کام کریں اور قوم کو بدیسیوں سے بے نیاز کریں اس چیز نے بدیسی آبادیوں اور یورپ کی کمپنیوں کو گھبراہٹ میں ڈالدیا اور وہ انجمن اخوان المسلمین کو ناکام بنانے اور غیر قانونی قرار دینے کی تدبیریں اور سازشیں کرنے لگے اور اس وقت کے وزیر اعظم نقراشی پاشا اور انجمن اخوان میں اختلاف ہوگیا، اخوان نے اس کی مخالفت کی آخرکار بادشاہ نے نقراشی سے استعفا طلب کیا اور اس نے استعفا دیدیا۔ حسن اور اس کی انجمن سے نقراشی پاشا کے کینہ کا یہی سبب تھا، اس کے بعد جنگ فلسطین کے وقت دوبارہ پھر یہ وزارت قائم ہوئی اور انجمن غیر قانونی قرار دے دی گئی اور پھر نقراشی کے قتل اور حسن کی شہادت کا قصہ پیش آیا جس کو سبھی لوگ جانتے ہیں اور آپ کو بھی معلوم ہے

احمد عبدالرحمن صاحب نے اپنے عزیز بیٹے اور گوشۂ جگر کا قصہ بڑی سنجیدگی اور سکون کے ساتھ سنایا، جیسے وہ اپنے بیٹے کا نہیں بلکہ تاریخ کا کوئی قصہ سنا رہے ہوں، اس جوانمردی اور قوت ایمانی سے ہم لوگ متحیر رہے دعوت و جہاد کی راہ میں اپنے بیٹے کی شہادت پر ثواب کی توقع رکھی، اور اس دردناک حادثے کو جھیلنے میں مومن اور جانباز مجاہد کی بہادری کا ثبوت دیا اس مناسبت سے مجھے وہ شعر یاد آگئے جس کو حضرت علیؓ نے اسی مناسبت سے پڑھا تھا اس کا ترجمہ ہے ؎

اگر تم پوچھتی ہو کہ تم کیسے ہو۔

تو میں حوادث روزگار پر سخت اور ثابت قدم ہوں

میرے لئے بڑی دشوار بات ہے کہ غم میرے اوپر کوئی رنج کی بات دیکھے اور میں کمزوری کا مظاہرہ کروں پھر دشمن ہنسے یا دوست عیب لگائے۔

بقیہ امیر مینائی

سودا جو ترا حال اتنا تو نہیں وہ
کیا جانئے تونے اسے کس آن میں دیکھا

اسی سے ملتا ہوا شعر امیر مینائی کا ہے مگر سودا تو بادشاہ تھے غزل کے ان کے مقابلہ کا تو نہیں مگر اچھا شعر ہے۔ امیر مینائی فرماتے ہیں ؎

آفت تو ہے وہ ناز بھی انداز بھی لیکن
مرتا ہوں میں جس پہ وہ ادا اور ہی کچھ ہے

امیر مینائی کے استاد امیر لکھنوی کا یہ شعر ہے ؎

یہ بھی ایک ستم تھا کہ خواب میں مجھے شکل اپنی دکھا گئے
کبھی نیند برسوں میں آئی تھی سو اسی طرح سے جگا گئے

امیر مینائی کا نیند کے متعلق یہ شعر کیسا ملتا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

نیند بھی فرصت میں کھا بیٹھی ہے آنے کی قسم
خواب میں بھی دیکھنے کا آسرا جاتا رہا

داغ کے رنگ کا شعر یا زمانہ کے رنگ کا شعر ہے شوخی ہے ؎

مجھ کو گلیوں میں جو دیکھا ہنس کے فرمانے لگے
کیوں میاں کیا ڈھونڈتے پھرتے ہو کیا جاتا رہا

ضرب المثل شعر ہے ؎

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

محبت پر تکلیفیں اچھی لگتی ہیں ؎

وہ مزا دیا تڑپ نے کہ یہ آرزو ہے یا رب
مرے دونوں پہلوؤں میں دل بیقرار ہوتا

حقیقت کو کس طرح شکایت بنا دی آسمان کی شکایت ہے ؎

کیوں وصل کی شب چرخ کو خبر کی
آمد ہے جو شام سے سحر کی
رات آتی ہے کہ سحر ہونا بتاتی ہے

یہ مصرعہ امیر مینائی کا بہت مشہور ہے۔ ع

اے باغباں بسنت کی تجھکو خبر بھی ہے

بجلی کا ظلم جلاتے ہیں ؎

جب سے بلبل تونے دو تنکے لئے
ٹوٹتی ہیں بجلیاں ان کے لئے

یہ بجلی انھیں تنکوں کے لئے تڑپ رہی ہے یعنی آشیانہ کیوں بنایا، وہ اس کی دشمن ہے۔

حقیقت ؎

عشق میں جی سے گزرتے ہیں گزرنے والے
موت کی راہ نہیں دیکھتے مرنے والے

عشق کرنے والوں کو موت کی پرواہ نہیں مرجائیں تو مرجائیں۔

فقیری استغنا ؎

ہم فقیر اپنی فقیری میں خوش اور ہیں مست
تجھ کو اے شاہ مبارک رہے شاہی تیری

کہیں، کہیں امیر مینائی کا شوخی کا شعر نکل جاتا ہے فرماتے ہیں ؎

مسکرا کر وہ شوخ کہتا ہے
آج بجلی گری کہیں نہ کہیں

رامپور والے اتنا مانتے تھے کہ میں نے جب تذکرہ کی تو ایک صاحب بولے ہمارے امیر، اور ہیگ نواب کلب علی خاں مرحوم امیر مینائی اور حکیم عبدالعلی مرحوم (جھوائی ٹولہ لکھنؤ) کو تنخواہ سب سے زیادہ دیتے تھے۔

درد پر ایک شعر ؎

چین آتا نہیں دم بھر کسی پہلو مجھکو
اتنی تکلیف تو اے درد نہ دے تو مجھکو

اپنی بیکسی عاجزی بیان کرتے ہیں ؎

صورت غنچہ کہاں تاب تکلم مجھکو
منھ کے سو ٹکڑے ہوں جو کرے تبسم مجھکو

کیا الفاظ کی شان و شوکت ہے

درد کے اٹھنے کو کس طور پر بیان کیا ہے ؎

ناوک ونازسے مشکل ہے بچانا دل کا
درد اٹھ اٹھ کے بتاتا ہے ٹھکانا دل کا

یہ غزل مشہور ہے

تیر کھانے کی ہوس ہے تو جگر پیدا کر
سرفروشی کی تمنا ہے تو سر پیدا کر
کوہکن کو بکن شیوۂ عشاق نہیں
ہے جو عاشق دل معشوق میں گھر پیدا کر
رنگ چاہے اگر اس باغ میں آزادی کا
نکہت گل کی طرح شوق سفر پیدا کر

دوسری اور آخری قسط

جنوبی ہند کی چند عجیب و غریب رسمیں

ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ریڈر شعبہ عربی دینکٹشور یونیورسٹی۔ آندھرا

جنوبی ہند میں بعض رسمیں بالکل عجیب و غریب ہیں جن کا تصور دوسرے علاقوں والوں کے لئے ممکن نہیں۔ یہاں قبر عجیب طرح کھودتے ہیں جس میں لحد نہیں ہوتی۔ اکثر لمبا گڑھا کھود کر میت کو اس میں لٹا کر اوپر سے کفن ہی پر مٹی ڈال دی جاتی ہے۔ ان علاقوں میں عام رواج یہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ طریقہ احترام میت کے خلاف ہے۔ شمالی ہند میں تو تختے رکھ کر اوپر سے پیال اور گیلی مٹی رکھتے ہیں تاکہ سوکھی مٹی کی کنکریاں میت کے جسم پر نہ گریں مگر یہاں براہ راست مٹی ڈالنا شروع کر دیتے ہیں جس سے طبیعت کو بڑا انقباض ہوتا ہے۔

ایک صاحب سے اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ بہرحال جسم مٹی میں ملتا ہے بہتر ہے کہ جلد مل جائے۔ اگرچہ یہ صحیح ہے مگر سوال یہ ہے کہ کفن خوشبو غسل اور دوسرے احترام کی کیا حاجت ہے۔ یہ ساری باتیں احترام میت کی خاطر کی جاتی ہیں اور اسی کا تقاضہ ہے کہ قبر کے اندر لحد ہو اور اس پر ہر یا کسی چیز کے تختے رکھے جائیں جس سے وہ ایک کمرہ کی شکل اختیار کرے پھر اس پر مٹی رکھی جائے کچھ نہیں تو کم از کم مٹی پڑنے کا تصور نہ رہے گا۔ ویسے تو معلوم ہے کہ قبر بیٹھ جاتی ہے تختے سڑ جاتے ہیں جسم گل جاتا ہے جیسا کہ کتابوں میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے منقول ہے کہ جب ان کی حالت نازک ہوئی تو ایک صاحب تشریف لائے اور ان سے انکی حالت کی خرابی کا تذکرہ کرنے لگے اس پر انھوں نے فرمایا۔ کہ قبر میں تیسرے دن جسم کی حالت دیکھو کیا ہوگی پیٹ پھٹ جائے گا اور کیڑے مکوڑے کھاتے ہوں گے۔ خیر ان کا انکسار اور بزرگی تھی ورنہ ان کی قبر یقیناً پر نور ہوگی۔

بہرحال ہم مسلمانوں کا عقیدہ تو یہی ہے کہ نیک اعمال والوں کی نعش بھی قبر میں اچھے حال میں رہتی ہے۔ ان کی زندگی تو یقیناً اس دنیا کی زندگی سے ہزار گنا اچھی ہوتی ہے۔ مولانا غلام رسول مہر نے اپنی کتاب حضرت سید احمد شہیدؒ میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت سید صاحب سے ایک صاحب نے کہا کہ آپ قبر پرستی کے بڑے مخالف ہیں مگر آپ کے انتقال کے بعد آپ کی قبر پر میلے لگیں گے۔ لوگ جمع ہوں گے چادریں چڑھیں گی۔ اس پر انھوں نے فرمایا ہمیں میں نے خدا سے دعا مانگی ہے کہ ایسا نہ ہو۔ واقعی ایسا ہی ہوا اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ اور آج ان کی قبر کہیں ایک جگہ موجود نہیں اس لئے کہ شہادت کے بعد سکھوں نے ان کو ایک جگہ دفن کر دیا پھر دوسرے دن کچھ متعصب سکھوں نے نعش مبارک کو قبر سے نکال کر دریا میں پھینک دیا چنانچہ سر لوگوں کو ایک جگہ ملا اور اس کو انھوں نے ایک مقام پر دفن کر دیا اور دھڑ کہیں اور نکالا گیا اور وہاں دفن کیا گیا اس طرح اس مرد خدا کی دعا قبول ہوگئی۔

یہ ایک ضمنی بات تھی بہرحال قبر کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ یہ تدفین میت کا سب سے سائنٹفک طریقہ ہے۔ اس میں احترام میت کی اسلامی شکلوں کو قائم رکھنا چاہئے۔ ویسے میں نے سنا ہے کہ یہاں بھی شاذ و نادر ایسی قبریں بھی بنتی ہیں جن میں تختے بانس کے رکھے جاتے ہیں یا پھر صندوق جیسا تیار کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان علاقوں میں بالو اور پتھر زیادہ ہیں اس لئے ممکن ہے لحد بنانے میں دشواری ہوتی ہو مگر نا ممکن نہیں اس لئے کہ بغلی قبریں بھی یہاں بنتی ہیں البتہ سوال رواج عام کا ہے اور رواج یہی ہے کہ مردے پر براہ راست مٹی اوپر سے پھینک دی جائے۔

یہاں مرنے کے بعد بہت سی بدعتیں رائج ہیں کچھ کا علم مجھ کو ہے اور کچھ سے میں واقف نہیں۔ ایک بڑی اور بھیانک بدعت یہ ہے کہ مرنے کے بعد کھانا کھلایا جاتا ہے اور بہت بڑی دعوت ہوتی ہے کہ اتنی دھوم دھام ہوتی ہے اور اتنی روشنی ہوتی ہے کہ شبہ شادی کا ہونے لگتا ہے۔ ایک بار مجھے بھی غلط فہمی ہوئی اس لئے کہ ایک صاحب کے دروازہ کا پورا صحن میں نے بجلی کے لٹوؤں سے بقعۂ نور دیکھ کر دریافت کیا کہ ان کے یہاں شادی وغیرہ ہے تب معلوم ہوا کہ ان کے گھر میں کسی عورت کا انتقال ہوگیا تھا جس کے مرنے کا آج کھانا ہے۔ مرنے کے بعد کی یہ دعوت غیر مسلم اثرات کے نتائج ہیں۔

اس کے علاوہ ایک رسم جو شمالی ہند میں نہیں پائی جاتی وہ یہ ہے کہ ان علاقوں میں چالیس چند پیشہ ور خود ساختہ مقرر اور گانے والے آتے ہیں اور پوری رات ایک صاحب لاؤڈ اسپیکر سے خرافات نظموں سے پڑھتے ہیں اور دوسرے صاحب اس کی نثر میں تشریح فرماتے ہیں ایک دن رات بھر یہ شور و غوغا میں نے سنا۔ اللہ کے بندے کی آواز اتنی سخت اور کرخت تھی کہ جب زور سے اشعار پڑھتا تو ایسا محسوس ہوتا کہ جیسے دیواریں لرز رہی ہیں۔ صبح کو نماز کے بعد دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ کسی صاحب کے یہاں چالیسویں تھی جس کی وجہ سے پورے محلہ کی نیند خراب کر دی گئی۔

اگرچہ یہاں ہر طبقہ میں مذہبیت زیادہ ہے مگر ہر جگہ غیر معمولی توہم پرستی نظر آتی ہے۔ بدعتوں کا غیر معمولی زور ہے مگر بدعت کی وہ گروہ بندی کم ہے جو شمال میں نظر آتی ہے۔ عوام میں بریلوی عقائد تو کافی ہیں مگر ان کو گروہ بندی کے لئے شمال کی طرح منظم نہیں کیا گیا ہے۔

قبر پرستی کا یہ عالم ہے کہ حضرت علیؓ کی مصنوعی درگاہیں بنی ہیں جن پر علم کا جلوس نکلتا ہے جسے اصطلاح میں صندل کہا جاتا ہے۔ ہر پیر کا یہاں صندل نکلتا ہے۔ ایک بار میں یہاں سے ۳۰ میل کے فاصلے پر ایک معمولی سے قصبہ کا دٹ نگرم گیا وہاں ایک دو دروں کی عمارت دیکھی جس پر تمام جھنڈے نصب تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ حضرت علیؓ کی درگاہ ہے۔ اکثر پیروں کی قبروں اور درگاہوں میں جہاں مجاور اپنے پیٹ کے دھندوں میں مصروف ہیں یہ حصول شفاء کے لئے عورتیں جمع رہتی ہیں۔

میرے گھر کے قریب ایک درخت تھا جو غالباً خانہ سے ملا ہوا تھا اس پر کئی جھنڈے لگے تھے معلوم ہوا کہ یہ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کا جھنڈا ہے اس پر بدعات اور خرافات جاری ہیں۔ جھنڈے قبروں اور مسلم آبادیوں پر اور قبرستانوں میں عام ہیں۔

منی آرڈر کوپن پر
پتہ صاف اور مکمل
تحریر کریں